تقریر حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جو کہ آپ نے ۱۰ مارچ کی شب کو فرمائی

وحی اور کشف میں فرق اور کشف غیر مسلم کو بھی ہو سکتا ہے

ایک صاحب نے عرض کی کہ ایک عرصہ سے میرے دل میں خواہش ہے کہ کشف کی حالت طاری ہو۔ اور اگرچہ میں اپنے علم کے رو سے جانتا ہوں کہ اس کا حاصل ہونا کوئی کمالات میں سے نہیں ہے مگر تاہم اس کا خیال ہرگز دور نہیں ہوتا۔ اسکے لئے کچھ ہدایت فرمادیں۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔

کہ اسکا تعلق مجاہدات اور ریاضات سے ہے لیکن اب آپکی عمر ان کی متحمل نظر نہیں آتی۔ عالم شباب میں ایسے مجاہدات اور ریاضات انسان کرسکتا ہے۔ جس سے اسپر یہ حالت طاری ہو۔ پیرانہ سالی میں قوائے ضعیف ہوجاتے ہیں معدہ کام کرنے سے رہ جاتا ہے۔ اس لئے مجاہدات میں استقامت حاصل نہیں ہوتی۔ آپ کے مناسب حال اگر کوئی مجاہدہ ہے۔ تو میری رائے میں یہ ہے۔ کہ خلوت کے درمیاں ذکر الٰہی اور توجہ الی اللہ کی کثرت کریں۔ غیر اللہ کو قلب سے دفع کرنا اور اللہ تعالےٰ کو اس کا مسکن بنا لینا آسان بات نہیں ہے یہی بڑا مجاہدہ ہے۔ بیہودہ مجلسوں اور قیل وقال سے الگ رہئے۔ اور غفلت کے پردہ کو جو کہ انسان کی زندگی پر پڑے ہوئے ہیں۔ انکو دور کرنے کی کوشش کریں پیرانہ سالی کے لحاظ سے یہ عمدہ مجاہدہ ہے۔ جس سے تزکیہ نفس ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اب اس عمر میں نوافل اور روزے وغیرہ کی برداشت مشکل ہے۔ اصل مطلب میرا اس شعر میں خوب بیان ہے

لب ببند و گوش بند و چشم بند
گر نہ بینی نور حق بر ما بخند

کہ انسان اپنی زبان کو اور کانوں اور آنکھوں کو اپنے قابو میں ایسا کرے کہ سوائے رضائے حق کے اور اُن سے کوئی فعل صادر نہ ہو۔ مشغلہ زندگی میں جو بے اعتدالی ہوتی ہے۔ اسے اعتدال پر لانا بڑا کام ہے۔ اب اسوقت یہی مناسب حال ہے کہ خلوت میسر ہو۔ اور ذکر الٰہی سے قلب غافل نہ ہو۔ اگر انسان اسکی مداومت اختیار کرے تو آخر کار قلب متاثر ہوجاتا ہے۔ اور ایک تبدیلی انسان اپنے اندر دیکھتا ہے۔

کشف رؤیا کا اعلیٰ درجہ ہے

کشف کیا ہے یہ رؤیا کا ایک اعلےٰ مقام اور مرتبہ ہے اسکی ابتدائی حالت کہ جس میں غیبت حس ہوتی ہے۔ صرف اس کو خواب (رؤیا) کہتے ہیں۔ جسم بالکل معطل بیکار ہوتا ہے اور حواس کا ظاہری فعل بالکل ساکت ہوتا ہے۔ لیکن کشف میں دوسرے حواس کی غیبت نہیں ہوتی بیداری کے عالم میں انسان وہ کچھ دیکھتا ہے۔ جو کہ وہ غیند کی حالت میں حواس کے معطل ہونے کے عالم میں دیکھتا تھا۔ کشف اسے کہتے ہیں کہ انسان پر بیداری کے عالم میں ایک ایسی ربودگی طاری ہو کہ وہ سب کچھ جانتا بھی ہو۔ اور حواس خمسہ اس کے کام بھی کر رہے ہوں اور ایک ایسی ہوا چلے کہ نئے حواس اسے ملجاویں جن سے وہ عالم غیب کے نظارے دیکھ لے وہ حواس مختلف طور سے ملتے ہیں کبھی بصر میں۔ کبھی شامہ (سونگھنے) میں کبھی سمع میں شامہ میں حضرت یوسف کے والد نے کہا۔ انی لاجد ریح یوسف لولا ان تفندون (کہ مجھے یوسف کی خوشبو آتی ہے اگر تم یہ نہ کہو کہ بوڑھا بہک گیا) اس سے وہی نئے حواس ہیں جو کہ یعقوبؑ کو اسوقت حاصل ہوئے اور انہوں نے معلوم کیا کہ یوسف زندہ موجود ہے اور ملنے والا ہے اس خوشبو کو دوسرے پاس والے نہ سونگھ سکے۔ کیونکہ اُن کو وہ حواس نہ ملے تھے جو کہ یعقوبؑ کو ملے۔ جیسے گڑ سے شکر بنتی ہے اور شکر سے کھانڈ اور کھانڈ سے اور دوسری شیرینیاں لطیف در لطیف بنتی ہیں۔ ایسے ہی رؤیا کی حالت ترقی کرتی کرتی کشف کا رنگ اختیار کرتی ہے۔ اور جب وہ بہت صفائی پر آجاوے تو اسکا نام کشف ہوتا ہے۔

کشف اور وحی میں فرق

لیکن وحی ایسی شے ہے جو کہ اس سے بدرجہا بڑھکر صاف ہے۔ اور اس کے حاصل ہونیکے لئے مسلمان ہونا ضروری ہے کشف تو ایک ہندو کو بھی ہوسکتا ہے بلکہ ایک دہریہ بھی جو خدا کو نہ مانتا ہو وہ بھی اسمیں کچھ نہ کچھ کمال حاصل کر لیتا ہے لیکن وحی سوائے مسلمان کے دوسرے کو نہیں ہوسکتی یہ اسی امت کا حصہ ہے کیونکہ کشف تو ایک فطرتی خاصہ انسان کا ہے۔ اور ریاضت سے یہ حاصل ہوسکتا ہے۔ خواہ کوئی کرے۔ کیونکہ فطرتی امر ہے جیسے جیسے کوئی اس میں مشق اور محنت کریگا ویسے ویسے اسپر اس کی حالتیں طاری ہونگی۔ اور ہر نیک و بد کو رؤیا کا ہونا اس امر پر دلیل ہے۔ دیکھا ہوگا کہ بعض سچی خوابیں بعض فاسق و فاجر لوگوں کو بھی آجاتی ہیں پس جیسے ان کو سچی خوابیں آتی ہیں ویسے ہی زیادہ مشق سے کشف بھی ان کو ہوسکتے ہیں یہانتک کہ حیوان بھی صاحب کشف ہوسکتا ہے۔ لیکن الہام یعنے وحی الٰہی ایسی شے ہے کہ جب تک خدا سے پوری صلح نہ ہو اور اس کے اطاعت کیلئے اس نے گردن نہ رکھدی ہو۔ تب تک وہ کسیکو حاصل نہیں ہوسکتی۔ خدا تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔

ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون یہ اسی امر کی طرف اشارہ ہے نزول وحی کا صرف اُن کے ساتھ وابستہ ہے۔ جو کہ خدا کی راہ میں مستقیم ہیں۔ اور وہ صرف مسلمان ہی ہیں۔ وحی ہی وہ شے ہے کہ جس سے انا الموجود کی آواز کان میں آکر ہر ایک شک و شبہ سے ایمان کو نجات دیتی ہے اور بغیر جس کے مرتبہ یقین کامل کا انسان کو حاصل نہیں ہوسکتا۔ لیکن کشف میں یہ آواز کبھی نہیں سنائی دیتی اور یہی وجہ ہے کہ صاحب کشف ایک دہریہ بھی ہوسکتا ہے لیکن صاحب وحی کبھی دہریہ نہیں ہوگا۔

اس مقام پر حضرت نورالدین صاحب حکیم الامتہ نے عرض کی کہ حضور سائل کا منشاء یہ ہے کہ یہ خواہش کسی طرح دل سے دور ہو جاوے۔ خدا کے برگزیدہ اور محبوب نے فرمایا کہ ان کے دل میں کشف کی جو عظمت بیٹھی ہوئی ہے جب تک وہ نہ دور ہوگی۔ تو علاج کیسے ہوگا۔ اسی لئے تو میں تقلیل کر رہا ہوں۔ ہمارے ہاں ایک چوڑھی (خاکروبہ) آتی ہے۔ وہ بھی سچی خوابوں کا ایک سلسلہ بیان کیا کرتی ہے لیکن اس سے اس کا عند اللہ مقرب ہونا یا صاحب کرامت ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ایک مسلمان کا کشف جسقدر صاف ہوگا۔ اسقدر غیر مسلم کا ہرگز صاف نہ ہوگا۔ کیونکہ خدا تعالےٰ ایک مسلم اور غیر مسلم میں تمیز رکھتا ہے اور فرماتا ہے قد افلح من زکّٰھا۔ لیکن وحی کو کشف نہیں پاسکتا یہ وحی کی ہی قدر ہے کہ خدا تعالےٰ اپنے ارادہ سے اس کے لئے ایک شخص کو انتخاب کرتا ہے۔ اور شرف مکالمہ بخشتا ہے اور ہر میدان میں اس کا حافظ و ناصر ہوتا ہے۔ اور صاحب وحی کے تعلقات دن بدن خدا سے قائم ہوتے اور بڑہتے جاتی ہیں۔ اور ایمان میں غیر معمولی ترقی روز متزائد کرتا ہے۔

مذکورہ بالا تقریر کے مطالعہ سے ناظرین کو معلوم ہوسکتا ہے کہ حضرت امام الزمان علیہ السلام کے بابرکت وجود سے کیسے کیسے مغالطے اور غلطیں ہم لوگوں کی دور ہو رہی ہیں۔ یہ خدا کا فضل اور احسان ہے بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ جنہوں نے صرف کشفی حالت کے حاصل ہو جانیکو کمال الٰہیات کا قرار دیا ہے۔ اور بعض ایسے لوگوں کو لوگوں نے ولی اور مقرب الٰہی جانکر اپنا ہادی بنالیا ہوا ہے حالانکہ اس تقریر سے یہ بات واضح ہے۔ کہ صاحب کشف ہونیکے لئے مطلق مذہب کی بھی ضرورت نہیں۔ اور آجکل امریکہ اور یورپ میں بہت سی ایسی سوسائیٹیاں موجود ہیں جو کہ اس میں مشق کرکے کمال حاصل کر رہی ہیں اور ان کو سپرچولسٹ کہتے ہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ ایک طبقہ دنیا میں ایسا بھی موجود ہے جو کہ روح کا منکر اور اسکے کمالات کشفی کا انکاری تھا اور اب جبکہ خدا تعالیٰ نے ہر ایک حقیقت کو کھولنے کا ارادہ فرمایا ہے خود ان منکروں میں ایسے لوگ پیدا ہوئے جو کہ اسکے قائل ہو کر دوسروں کو روح کے وجود اور اسکے خواص سنوار ہے ہیں۔ ... اور وہ لوگ غلطی پر ہیں جو کشف قبور وغیرہ کے شعبدات دیکھکر کسی کے ہاتھ پر فروخت ہو جاتے ہیں۔

ہماری جماعت پر یہ خدا کا فضل ہے کہ ان کے خادم قادیاں میں بیٹھے ہوئے انکی خاطر کیسی کیسی نعمائے الٰہی کو محفوظ کر کے اُن تک پہنچاتے ہیں اور امید ہے کہ وہ ان ذرائع تبلیغ (اخبار) کے قیام میں بذریعہ اشاعت اور مالی اعانت کے کوئی پہلو امداد کا اٹھا نہ رکھینگے اخبار کی اشاعت کی طرف خاص توجہ کی ضرورت ہے۔ (ایڈیٹر)

• بجواب استفسار محمد عبد اللہ خان صاحب پٹیالہ۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب احمدی اسسٹنٹ سرجن بمقام پنڈی گھیپ ضلع راولپنڈی میں مقیم ہیں۔

الرحمٰن

بسم اللہ — خطبہ عید الضحیٰ — الرحیم

جو کہ ۱۶ فروری ۱۹۰۵ء کو مولوی نور الدین صاحب نے مسجد اقصےٰ مین پڑھا۔

اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ و اشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ۔

ومن یرغب عن ملۃ ابراھیم الا من سفہ نفسہ ولقد اصطفینٰہ فی الدنیا وانہ فی الاٰخرۃ لمن الصالحین۔ اذ قال لہ ربہ اسلم۔ قال اسلمت لرب العالمین۔ ووصیٰ بہا ابراھیم بنیہ ویعقوب یٰبنی ان اللہ اصطفیٰ لکم الدین فلا تموتن الا وانتم مسلمون ۵ پ ۱ ع ۱۶

یہ ایک موقعہ ہے۔ مسلمانون کے اجتماع کا اور اس طرح کا موقعہ سال مین صرف دو دفعہ ہی آیا کرتا ہے۔ ایک تو یہی ہے۔ اور دوسرا اس وقت ہوا کرتا ہے۔ جبکہ لوگ رمضان شریف کے روزوں سے فارغ ہو کر ان انوار اور برکات سے متمتع ہو جاتے ہیں۔ جو کہ اللہ تعالےٰ نے اس مبارک ماہ میں رکھے ہین۔ اس کا نام عید الفطر ہے۔ اُس مین خوشی کا موقعہ یہ ہے کہ اس ماہ مین تقواے کے مراتب طے کرنے کا۔ اور قرب الٰہی کے حاصل کرنے کا۔ پھر سحری کے وقت بذریعہ نوافل اور دعاؤں کے خدا کے فضل کو طلب کرنے کا موقعہ ملتا ہے اس لئے اس خوشی مین لوگ صدقہ فطر کے ذریعہ غریب لوگون کو خوش کیا کرتے ہین۔

اللہ تعالےٰ نے اہل اسلام کے اجتماع کے مختلف اوقات مقرر کئے ہین۔ جن میں وہ باہمی میل میلاپ سے اللہ تعالےٰ کے فضلون کو حاصل کر سکتے ہین۔ ہر ایک محلہ کی مسجد مین اس محلے کے آدمی پانچ وقت جمع ہوتے ہین۔ پھر ہر ہفتہ جمعہ کے روز شہر کے آدمی ملکر شہر کی کسی بڑی مسجد مین اس اجتماع کو قائم کرتے ہین۔ پھر یہ عیدون کے ایام ہین۔ ان مین علاوہ شہر کے باہر کے آدمی بھی آجاتے ہین جیسے کہ اس وقت بھی بعض دوست مختلف امصار سے یہان آئے ہوئے ہین۔ چونکہ آج کی تقریب کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فعل سے ایک خاص مناسبت ہے۔ اس لئے مین نے ان آیات کو پڑھا ہے۔ جن مین حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے۔ حضرت ابراہیم ؑ ایک ایسا انسان گذرا ہے کہ جس نے اللہ تعالےٰ کے ساتھ تعلقات پیدا کرنے کی وجہ سے اپنی قوم اور قریبی اور بعیدی رشتہ داری کے تعلقات کی پرواہ نہ کی تھی۔ اور اپنے اَبْ یعنے چچا سے بھی باوجود اس کے کہ ان کے تعلقات اس سے بہت تھے۔ مباحثہ کیا تا کہ بد رسوم کا استیصال ہو۔ اس مقام پر اَبْ کے معنوں مین محققین کا اختلاف ہے۔ لیکن میرے نزدیک اس کے معنے اس جگہ حقیقی باپ کے ہرگز نہین ہین۔ ایسے ہی ابراہیم علیہ السلام نے بادشاہ وقت سے بھی مقابلہ کیا۔ اور یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کی عظمت کے قائم کرنے کے لئے کیا گیا تھا۔ اس مباحثہ میں احیاء اور امانت کی بھی ایک بحث ہے۔ جہاں ابراہیم علیہ السلام کا قول ربی الذی یحیی ویمیت۔ درج ہے۔ اور جو کہ توحید باریتعالےٰ کے متعلق ایک عجیب فقرہ ہے۔ جس کو ہمارے زمانہ سے بڑا تعلق ہے۔ کیونکہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی مردہ زندہ کئے تھے۔ تو پھر ابراہیم علیہ السلام کا یہ استدلال کوئی قابل وقعت شے نہین ہو سکتا۔ اور ان کا یہ کام اور کلام سب خاک مین ملجاتا ہے۔ ہان ایک معنے کے رو سے انبیا بھی احیاء کرتے ہین۔ مگر چونکہ اللہ تعالیٰ لیس کمثلہ شے ہے۔ اس لئے اس کا احیاء بھی لیس کمثلہ شے ہی ہوگا۔ اور انبیاء کا احیاء اس سے کوئی لگاؤ نہ کھائیگا یہ بالکل سچ ہے۔ کہ احیاء موتےٰ صرف رب کا ہی کام ہے اور وہ بھی کسی اور عالم مین انبیاء کے احیاء کے یہ معنے ہین کہ بعض شریر لوگ جو کہ ان کی پاکیزہ مجالس میں آتے رہتے ہین۔ اور ان مین سے بعض اپنی کسی فطری سعادت کی وجہ سے جو کہ ان کے نطفہ میں آئی ہوتی ہے۔ ہدایت پاجاتے ہین۔ ان کے کفر اور فسق کی حالت کا نام موت ہوتا ہے۔ اور ہدایت پاجانے کو احیاء سے تعبیر کرتے ہین۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عمل درآمد اور ان کی تعلیم کا خلاصہ قرآن شریف نے ان آیات مین بیان فرمایا ہے۔ کہ جب اس کے رب نے اُسے کہا۔ اسلم کہ تو فرمان بردار ہو جا۔ تو ابراہیم نے کوئی سوال کسی قسم کا نہین کیا۔ اور نہ کوئی کیفیت دریافت کی۔ کہ مین کس امر مین فرمان برادری اختیار کرون بلکہ ہر ایک امر کے لئے خواہ وہ کسی رنگ مین دیا جاوے اپنی گردن کو آگے رکھدیا۔ اور جواب مین کہا۔ کہ اسلمت لرب العالمین۔ یعنے میں تو رب العالمین کا تابعدار ہو چکا۔ ابراہیم علیہ السلام کی یہی فرمان برداری اپنے رب کے لئے تھی۔ جس نے اسے خدا کی نظرون مین برگزیدہ بنادیا۔ وہ لوگ جو کہ ابراہیم کا دین یعنے ہر طرح اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دینا اختیار نہین کرتے غلطی کرتے ہیں۔ اور اسے اللہ تعالےٰ ان کو سفیہ قرار دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ہم نے اُسے دنیا مین بھی برگزیدہ کیا پس وہ لوگ جو کہ دنیا مین ترقی کرنا چاہتے ہین۔ وہ غور کرین۔ کہ خدا کی فرمان برداری سے وہ ابراہیمی مراتب حاصل کر سکتے ہین ہر ایک قسم کی عزت ابراہیم علیہ السلام کو حاصل ہے۔ اور یہ سب کچھ اسلمت کا نتیجہ ہے۔

ووصیٰ بہا ابراھیم بنیہ۔ ابراہیم علیہ السلام نے اولاد کو بھی یہی سکھلایا کہ جب اللہ تعالےٰ حکم دے تب تب ہی تم اس کی اطاعت کرتے رہنا۔ وہ لوگ جو کہ اللہ تعالےٰ کے کلام کے منکر ہین۔ اور ان کا یہ خیال ہے۔ کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے کرنا تھا۔ وہ کر چکا۔ اس مقام پر سوچین۔ کہ اگر یہ سلسلہ بند ہو چکا تھا۔ اور ابراہیم علیہ السلام کے بعد اور کوئی احکام ضرورۃ زمانہ کے لحاظ سے نازل نہ ہونے تھے۔ تو پھر اسلم کی آواز کی اطاعت کے لئے کیون ابراہیم نے اولاد کو تاکید کی پھر صرف ابراہیم ہی نہین۔ بلکہ اس کا پوتا حضرت یعقوب بھی اپنی اولاد کو یہی حکم دیتا ہے۔ فلا تموتن الا وانتم مسلمون۔ کہ اے میری اولاد تمہارے لئے اللہ تعالےٰ نے یہ دین (ابراہیمی) پسند فرمایا ہے۔ کہ تم ہر وقت خدا کی فرمان برداری میں رہو۔ حتیٰ کہ تمہاری موت بھی اسی فرمان برادری مین ہو۔ یہ فرمان برداری جو کہ ہر ایک کامیابی اور ترقی کا چشمہ ہے۔ انسان اس سے کس طرح محروم رہ جاتا ہے۔ اس کا باعث قرآن شریف مین تواریخی واقعات پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے پہلا نافرمان جس کی تاریخ ہمین معلوم ہے ابلیس ہے۔ وہ کیون نافرمان بن گیا۔ اس کا جواب بھی قرآن شریف نے بتلائی ہے۔ کہ اس نے ابیٰ و استکبار کیا۔ یعنے اس میں انکار اور تکبر تھا۔ جس کی وجہ سے وہ اسلم کی تعمیل نہ کر سکا۔ اس وقت بھی بہت لوگ ہین۔ کہ اسی ابی اور استکبار کی وجہ سے اسلم کی تعمیل سے محروم ہین۔ کسی کو عقل پر تکبر ہے۔ کسی کو علم پر کسی کو اپنے بزرگوں پر جو کہ ان کے نقصان کا باعث ہو رہا ہے اور جب کبھی خدا کے مامور آتے رہتے ہین۔ یہی ابی اور تکبر ان کی محرومی کا ذریعہ ہوتے رہتے ہین۔ انسان جب ایک دفعہ ضد سے انکار کر بیٹھتا ہے۔ تو پھر اُسے دوبارہ ماننا مشکل ہو جاتا ہے۔ اور لوگوں سے شرم کی وجہ سے وہ اپنی ہٹ پر قایم رہنا پسند کرتا ہے۔ اس کا نتیجہ پھر کھلم کھلا انکار اور آخر کار وکان من الکفرین کا مصداق بننا پڑتا ہے۔

چونکہ ماموریت الٰہی کا سلسلہ برابر رہنا تھا۔ اور زمانہ کی ضرورتوں کے موافق اپنی قدیم سنت کے لحاظ سے خدا نے نبی اور رسول مبعوث کرنے تھے۔ اس لئے قرآن شریف کے اول رکوع میں ہی تعلیم دی ہے۔ کہ انسان کو انکار کا پہلو حتی الوسع اختیار ہی نہ کرنا چاہیئے۔ قرآن شریف کے اول رکوع مین ہی اس کا ذکر ہے۔ ان الذین کفروا سواء علیہم ءانذرتہم ام لم تنذرھم لا یومنون۔ چونکہ وہ لوگ اول انکار کر چکے تھے۔ اس لئے سخن پروری کے خیال سے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسون مین ... اور آپکی باتون پر غور کرنے نہ دیا۔ اور انھون نے آپ کے انذار اور عدم انذار کو برابر جانا۔ اس کا نتیجہ کیا ہوا۔ لا یومنون۔ یعنی ہمیشہ کے لئے ایمان جیسی راحت اور سرور بخش نعمت سے محروم ہو گئے۔ یہ ایک خطرناک مرض

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مذاہب باطلہ و ملل کاذبہ کی ہلاکت کی ایک تدبیر
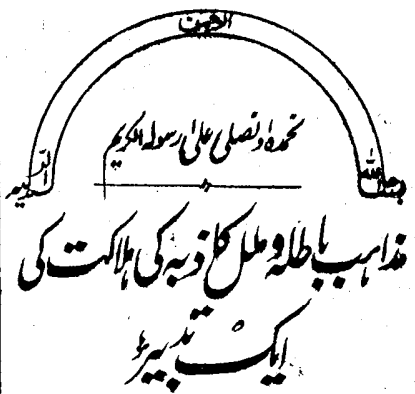
اس میں شک نہیں کہ بجز ذات باری تعالےٰ کوئی فرد و بشر یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ ہمیں کل یا آج سے دس برس بعد کیا کیا ضرورتیں اور حاجتیں پیش آوینگی۔ اور اس وقت ہماری قوم کے عالی ہمت بزرگوں کو ان کے سرانجام دہی کے لئے کیا کچھ کرنا ہوگا۔ مگر بہر حال رفتار روزگار اور صحیفہ قدرت پر تفکر کرنے سے اتنا تو قیاساً معلوم ہوتا ہے۔ کہ آج کل جو احمدی نسل مدرسوں اور سکولوں میں تربیت اور تعلیم پا رہی ہے۔ انہی میں وہ بزرگ اور نیک نہاد عالم لوگ ہیں جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کے وارث ہونگے انشاء اللہ جن کی نسبت خالق ارض و سماء نے اپنے الہام اور کلام سے روز قیامت تک غلبہ اور سطوت مقدر کر رکھا ہے۔ جس کی تشریح بالفعل میں بعض وجوہات سے نہیں کر سکتا۔ گویہ نسل آج کل ہال کی طرح انگلیں پہاڑ پہاڑ کر بعد شکل نظر آتی ہے۔ مگر آخر کار ہر ایک ہلال بدر کے کمال کو فائز ہوتا ہے جیسے بچہ جوان ہوتا ہے۔ واضح ہو۔ کہ جب میں اپنی اور بعض افراد کی کمزوریوں کو دیکھتا ہوں۔ اور بالمقابل مخالفین (آریوں نیچریوں) کی درندگی اور ملحدانہ تعلیم اور پرانر تز ویرو تدلیس تحریروں کو پڑھتا ہوں۔ تو اپنی قوم کے فقدان اسباب ظاہری پر مایوسانہ آہ بھر کر رہ جاتا ہوں۔ دل میں طرح طرح کے خیالات گذرتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی حضرت اقدس حجۃ اللہ کی سرپرستی اور نیم شبی دعاؤں کو قوم کا نگران پاتا ہوں۔ صدقہ اس کے جس کے سر پر ہم لوگ ننھے بچے کی طرح ہر فتنہ و شرارت سے محفوظ رہ کر زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور حضرت اقدس ہمارے واسطے ہموم و غموم کے لئے تو ڈھال ہیں۔ اور ہمارا ہر ایک ناز و نعمت انہی کے سہارے پر ہے مگر آخر کار ایک دن ہمیں اپنی ٹانگوں پر کھڑا ہونا پڑیگا۔ اور وہ دردناک دن جس کے تصور سے ہی آج ہمارے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ضرور ہم پر آنیوالا ہے۔ جیساکہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر بوقت رحلت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مصائب اور ہموم اور غموم سے آسمان دھواں دھار ہو گیا تھا۔ سو بہائیو۔ فکر کرو۔ فکر کرو۔ اور وہ کرو جو کل آپ لوگوں کے کام آوے۔ میں حیران ہوں۔ کہ جس مدت میں آریوں کا گروہ ریاست پنجاب میں نہایت دلیک تاویلوں سے (مثلاً اگنی آگ کو بھی کہتے ہیں اور پرمیشور کو بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ آگ کی طرح چمکتا ہے اور عورت کے تیسرے نیوگی خصم کو بھی کہتے ہیں کیونکہ اس میں حرارت زیادہ ہوتی ہے۔ اور اگنی دیوتا کو بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ دیوتا آگ کی طرح چمکدار ہوتا ہے۔ ستیارتھ پرکاش باب ۴) ایک قوم کو . . . کی طرح برانگیختہ کرکے اسلام پر مسلط کر گیا پھر جب آج کل صدہا فتن اور مفاسد نئے نئے بہروپ میں نمودار ہوتے ہیں۔ تو آئندہ نسلوں کو ان مفاسد اور موجودہ ملحد ذریت کی فطری شیطنت کو فرو کرنے کے لئے کس قدر عقد ہمت علو ہمتی اور حوصلہ درکار ہے۔ . . . قصہ کوتاہ ان امور کو مدنظر رکھکر حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تعلیم الاسلام سکول قادیان کی بنیاد ڈالی اور احمدی اصحاب کے بچوں کے لئے ہر دو دینی اور دنیوی تعلیم کا اہتمام کیا۔ تاکہ آنے والی احمدی نسلیں جو دنیا میں بطور نمک کے ہیں۔ حضور پرنور کے زیر سایہ عاطفت رہ کر مذاہب باطلہ اور ملل کاذبہ کی ہلاکت کے لئے براہین قاطعہ اور حجج ساطعہ اور روحانی آوزاروں سے لیس مسلح ہو کر باہر نکلیں۔ کہ کفر ان کے سامنے اپنی تمام مخوسانہ زیب و زینت کے لباس اور فن و فریب کی صف کو لپیٹ دے . . . مجھے خوب یاد ہے۔ کہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا۔ کہ جو لوگ ہمارے سکول کو ترک کرکے بیرونجات کے سکولوں میں اپنی اولاد کو تعلیم دلاتے ہیں۔ وہ درحقیقت اپنی اولاد کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کرتے ہیں۔ اصل میں حق بھی یہی ہے۔ کیونکہ تجربتہً یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ بیرونجات بن لڑکے انگریزی تعلیم پاکر استادوں اور کلاس فیلوں کے خیالات اور عادات اور رسومات کے اس قدر پابند ہو جاتے ہیں۔ کہ اس کا عشر عشیر بھی اپنے والدین کے خیالات کا اقتباس نہیں کرتے۔ اور جو وہ کرانا چاہتے ہیں۔ نہیں کرتے۔ اور نہ وہ احمدی والدین کے مرضیات کو پورا کیونکر اور کس طرح کریں۔ جب بچپن ہی سے لے کر عالم شباب تک باطل پرستوں کی زہر اور نجاست اور مردہ پرستوں کی دجالیت اور دہریت ان کے رگ و ریشہ اور تار و پود میں سرایت کر چکتی ہے۔ علاوہ ازیں بچپن میں ایسی ایسی سیاہ کاریوں اور غلط کاریوں میں اپنا آپ برباد کر لیتے ہیں۔ کہ جوانی میں آکر ان امور شنیعہ کے ارتکاب کے نتائج بد کو موت سے بدتر محسوس کرتے ہیں۔ گویا زندہ در گور ہوتے ہیں۔ اور اکثر اپنی ماؤں کے لاڈلے اور باپوں کی گودوں میں پرورش یافتہ تنگ آکر بالآخر والدین کے اندوختہ کو کھاکر۔ اور ان امیدوں کو خاک میں ملاکر اور ان کا خون جگر پی کر بدبختی سے خودکشی کر لیتے ہیں۔ میں نے متواتر چند تجربہ کار اور ذی علم لوگوں سے معلوم کیا ہے۔ کہ ان نون بیرونجات کے سکولوں میں ۹۰ فیصدی لڑکے ایام طفولیت میں غلط کاریوں اور سیاہ کاریوں اور جلق اور اغلام وغیرہ ناگفتہ بہ افعال بد میں مبتلا ہو کر اپنے تئیں ہلاک کر ڈالتے ہیں اور رہا سہا جسم اشتہاری طبیبوں کے حوالہ کر دیتے ہیں۔ جن کے کشتے بدقسمت بیماروں کے کشتہ اجسام کو کشتہ کر ڈالتے ہیں (مفصل دیکھو رسالہ مفید الطالبین دربارہ امور کرنی و ناکردنی وہدایات جو عنقریب ہدیۂ ناظرین ہوگا۔)

قصہ کوتاہ مندرجہ بالا خطرات اور دجالی فتن و فریب کے تقاضات کو محسوس کرکے بہت سے بندگان خدا نے اپنی پیاری اولاد کو حسب الارشاد حضرت امام الزمان قادیان میں تعلیم دلانے کے لئے بھیج دیا ہے اور کچھ ان امور سے آشنا ہو کر اور زہریلی تعلیموں اور ناپاک کردار اور گفتار سے ڈر ڈر کر بھیج رہے ہیں۔ لیکن افسوس کا مقام ہے۔ کہ کثیر احباب نے مدرسہ کی مالی امداد میں حتے الامکان سعی بلیغ نہیں کی حالانکہ مدرسہ کی مالی حالت نہایت نازک اور قابل رحم ہے۔ اور سکول ریکگنائزڈ ہو گیا۔ آئیندہ سرکاری معائنہ انسپکٹر کے نیچے آگیا ہے۔ اور اکثر اشیاء ضروریہ از بس ضروری اور مطلوب ہیں۔ جن کے بغیر کوئی سکول سکول نہیں رہ سکتا۔ سو بہائیو! کیا یہ افسوسناک اور درد انگیز ماجرا نہیں۔ کہ مذاہب باطلہ و ملل کاذبہ تو سر توڑ کوششوں سے اور ان تھک محنتوں سے اسلام کی حقانیت اور آئندہ نسلوں کے خون کرنے کے لئے گوناگوں اسباب اور جائز اور ناجائز وسائل کل لادین اور باطل پرستی اور مردہ فروشی (عیسائیت) کے سرانجام کرنے میں مال وجان اور عزت و شرف اور لڑکیوں کے قربانیاں . . . تک فرق نکریں۔ پر ادھر ان صدہا گمراہیوں کے سرچشموں (مدارس مخالفین) کے بالمقابل ایک تریاقی سکول کی کشتی بھی عین منجدھار میں غوطے کھاتی نظر آوے۔ اور کوئی دلچلا اس پر رحم نہ کھائے۔ یہی ایک قوم ہے۔ جو دنیا میں نمک کی قائمقام ہے۔ اور اس کی نسل لاکھوں اور کروڑوں بنی نوع انسان کو بفضلہ غوث اور قطب بنانے اور پروردگار کے الہام اور کلام سے مشرف کرنے اور کرانے کا آلہ ہے۔ اور یہی باغ ہے۔ جس کے پودے پورے نشو و نما پاکر دنیا کے فیض رساں ثابت ہوں گے۔ انشاء اللہ۔ اور ضرور ہوں گے۔ مگر اس وقت ہمیں ایک اعانت کی شمولیت سے ثواب دارین سے بہرہ ور ہونے کا ایک موقع ہاتھ آیا ہوا ہے۔ جو چند سال بعد ہرگز نصیب نہ ہوگا۔ تین لاکھ احمدی ہو اور ایک مدرسہ کا گذارہ محال نظر آوے۔ یہ امر محال نظر آتا ہے۔ پس جو کوئی اس مدرسہ پر رحم کرتا ہے۔ وہ اسلام پر رحم کرتا ہے۔ اور آئندہ نسلوں پر رحم کرتا ہے۔ اور سارے جہان پر احسان کرتا ہے۔ پس ہمت کرو۔ جو کام ہونے والے ہوتے ہیں۔ بہر صورت ہو کر ہی رہتے ہیں۔ چنانچہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم ایک ایک مٹھی جو کا چندہ دیا کرتے تھے۔ مگر آخر کار وہ کام ہو ہی گیا۔ مگر وہ بدقسمت رہگیا۔ جس نے مٹھی بھر جو دینے سے دست کشی کی۔ چندہ تو درحقیقت ثواب دارین حاصل کرنے کے لئے ایک بہانہ محض ہوتا ہے۔ ورنہ خدا کے کام ہرگز نہیں رک سکتے۔ اور نہ کبھی رکے اور نہ رکیں گے۔ قادیان کا سکول خدا کے مقدس مسیح موعودؑ کے ہاتھوں کا لگایا ہوا پودا ہے۔ کیا یہ پودا خشک ہو جائیگا؟ کیا وہ ہر ایک خیر و برکت والا امر جس پر حضرت اقدس نے ہاتھ ڈالا ہے۔ اپنے انجام اور کمال کو نہیں پہنچا۔ جو یہ نہ پہنچیگا۔ اور مواطن کثیرہ میں خود خدا نے اسے مظفر و منصور نہیں کیا۔ ہاں ہر ایک حال میں تائید الٰہی شامل حال رہی ہے۔ اور اب بھی رہیگی۔ فی الحقیقت یہ سکول حفظ ماتقدم کے طور پر آپ لوگوں ہی کے ذریت کے لئے آئندہ

والے فتن اور مفاسد کا تریاق علاج ہے۔ پس اس کی مدد کرکے اس پر رحم کرو۔ کہ آپ پر رحم کیا جاوے۔ اور آپ کی اولاد پر ابر نیساں کی طرح رحمت الہٰی برسے۔ پس اے عالی ہمت بھائیو! نیکی میں سبقت کرنے والو۔ یہاں پر بھی عالی حوصلگی کو کام فرماؤ حضرت اقدسؑ کو آئندہ نسلوں کی اس قدر لگی ہوئی ہے۔ کہ خاص لنگر کے چندہ سے بھی قطع برید کرکے امداد مدرسہ فرض ٹھہرا دی ہے۔ پھر افسوس ہے۔ اس شخص پر جو لا اُبالی سے کام لیتا ہے۔ کہ حضرت اقدس کے ارشاد کو قریباً بھول ہی گیا ہے۔ بالآخر مختصراً عرض ہے۔ کہ چندہ مدرسہ کا ادا کرنا ایک دینی اور اہم کام ہے۔ اسے برابر ماہ بماہ سرانجام دینا۔ اور دور و نزدیک احباب میں اس کی تحریک کرنا ہر ایک احمدی بھائی کا فرض منصبی ہے۔ گو مدرسہ میں بعض کمزوریاں ہیں اگر غور سے دیکھا جاوے۔ تو وہ بھی عدم توجگی احباب اور عدم مال و اسباب سے وابستہ ہیں البدر کے گذشتہ نمبر میں اخویم محمد افضل صاحب نے فتح مقدمات کی یادگار کا ذکر کرتے ہوئے علاوہ مالی امداد کے ناظرین کو اس طرف توجہ دلائی تھی۔ کہ وہ اپنے بچوں کو بجائے دوسرے مقامی مکاتب کے یہاں تعلیم کے لئے ارسال کریں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ انکی رائے بھی قابل قدر ہے اور واقعی جب تک ہماری جماعت کے لوگ اپنے نفسوں پر ظلم کرکے مدرسہ تعلیم الاسلام میں اپنے عزیز لخت جگروں کو ارسال نہ کریں گے۔ تب تک اس مدرسہ کو پورا عروج حاصل نہ ہو سکیگا اس انجمن اصحاب کو اللہ تعالیٰ نے صاحب اولاد بنایا ہے۔ اور ان کی اولاد اس قابل ہو کہ وہ بورڈنگ میں رہ سکے ان کو چاہیئے کہ وہ ضرور یہاں داخل کریں۔ ہر ایک طرح کی حفاظت اور نگرانی کا انتظام بخوبی کیا گیا ہے۔ ایک خاص ڈاکٹر بھی بورڈنگ میں موجود ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ احمدی احباب میری اس درخواست پر توجہ فرماویں گے

ماسٹر عبدالرحمان مدرس مصنف اختیار الاسلام قادیان ضلع گورداسپور

ایک پُر جوش احمدی کا مباحثہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مہربانی کرکے مندرجہ ذیل چند سطور کو اپنے اخبار گوہر بدر میں درج کرکے مشکور فرماویں۔

ایک سچا واقعہ۔ بہت سی گفتگو کے بعد آریہ نے کہا

آریہ۔ جن کتابوں کا مرزا صاحب حوالہ دیتے ہیں میں ان کو نہیں مانتا ان کو وید کی کوئی شرتی پیش کرنی چاہیئے۔

خاکسار۔ ماننا یا نہ ماننا یہ آپ کی اختیاری بات ہے۔ مگر جن کتابوں میں آج سے ہزاروں برس پہلے لکھا ہے۔ کہ جب مسیح موعود آخری زمانہ میں آویگا۔ اس وقت لوگوں کا شریعت حقہ پر عمل ورآمد ہوگا۔ اور نیز پہاڑوں کو اُڑا کر سڑکیں بنائے جانا۔ اونٹوں کا کام کسی دوسری سواری سے لیا جانا۔ مختلف ممالک کے لوگوں کا باہم میل جول ہونا۔ دریاؤں کا خشک ہونا۔ کمینے لوگوں کا امیر اور صاحب حکومت ہونا کتابوں۔ اخباروں اور اشتہاروں کی کثرت سے اشاعت ہونی دختر کشی رسم کا دور ہو جانا۔ جنگوں کے واسطے بڑے بڑے خطرناک سامانوں کا بنایا جانا۔ کبیرہ گناہوں کی کثرت ہونی۔ ربانی علماء کا فوت ہو جانا۔ ہر ایک مذہب میں جوش پیدا ہو جانا۔ لوگوں کا علوم میں ترقی کرنا۔ چاند اور سورج کو ماہ رمضان میں گرہن لگنا۔ صلیب پرستی کا عروج ہونا۔ ستارہ ذوالسنین کا نکلنا۔ جاوا کی آگ کا ظاہر ہونا۔ اسلام کا برائے نام ہونا۔ علم قرآن کا دنیا سے اٹھ جانا۔ مسجدوں میں خدا کے ذکر اذکار کی بجائے فحش باتوں کا ہونا۔ اس زمانہ تحریر کا بڑا زور ہونا۔ طاعون کا پڑنا۔ حج کا روکا جانا۔ اسلامی ملکوں میں کفر اور فسق و فجور کا پھیل جانا۔ یعنی شراب پینا۔ جوا کھیلنا۔ عورت سے عورت اور مرد سے مرد کا لواطت کرنا۔ بے رحمی اور بے حیائی کا بڑھ جانا۔ سود کھانا۔ رشوت لینا۔ رہزنی کرنا۔ غیبت کرنا۔ عیب جوئی کرنا۔ جھوٹی قسم کھانا۔ عورتوں کی تابعداری۔ اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔ لوگوں کا حریص۔ دغاباز۔ اور ریاکار ہونا۔ غرض ہر ایک قسم کے گناہ کا کثرت سے ہونا۔ دیکھو کتاب دانیال باب ۱۲۔ بائیبل اور خاص کر انجیل متی باب ۲۴۔ قرآن مجید۔ تفاسیر اور احادیث وغیرہ اب آپ ہی بتلائیں کہ کیا ان کتابوں کے مصنف اور یہ کتابیں جھوٹی ہیں۔ جن کی پیشگوئیوں کو ہم نے اپنے سامنے پورا ہوتے ہوئے دیکھ لیا۔ وید بیچارا کس باغ کی مولی ہے۔ بلا انتہا زمانہ گذر گیا کہ اس نے پرمیشر سے مکالمہ مخاطبہ کا دروازہ بند کردیا۔ اور سب دیوتاؤں کو پرایونیاکاری پرمیشور کو ننگا بنادیا۔ بھائی صاحب اسمیں تو ایک بھی ایسی پیشگوئی نہیں۔ جو کہ آئندہ زمانہ کے لوگوں کی تقویت کا باعث ہو۔ اور ثبوت ہستی باری تعالیٰ پر ایک دلیل ہو۔

آریہ۔ میں تو مرزا صاحب کے دعوی کو ایک معمولی بات سمجھا ہوا تھا اب آپ مجھے جانے کی اجازت دیویں۔ مگر گھر جاکر ضرور آپ کی باتوں پر غور کروں گا۔ میں ہٹ دھرمی نہیں ہوں۔ حق کو قبول کرنے کو ہر وقت طیار ہوں۔ مگر اس بات کی مجھے سمجھ نہیں آئی کہ مسلمان مرزا صاحب کو کیوں برا کہتے ہیں۔

خاکسار۔ خدا کے ماموروں کی استہزا کرنی اور ان کو کاذب اور مفتری وغیرہ کہنا تو قدیم سے قانون قدرت ہے۔ اگر کوئی مسلمان قرآن شریف اور احادیث صحیحہ کے مطابق ہم سے فیصلہ کرنا چاہئیے تو آج فیصلہ ہو سکتا ہے۔ مسیح ناصری کا حلیہ اور ہے۔ اور آنے والے مسیح موعود کا حلیہ اور۔ جب وہ آئیگا۔ تو اس وقت سلطنت عادل ہوگی۔ اور امن کا زمانہ ہوگا۔ نہ جنگ اور جہاد کا۔ اور غارتی النسل ہوگا۔ اور اس کی پیشگوئی سے بعض دشمن اسلام ذلیل اور ہلاک ہوں گے۔ مثلاً دیانند سرستی۔ لیکھرام پشاوری۔ اندرمن مراد آبادی۔ عبداللہ آتھم۔ غلام دستگیر قصوری۔ احمد بیگ۔ نذیر حسین دہلوی۔ کیا پیشگوئیوں کے مطابق ہلاک نہیں ہوئے۔ اور شیخ محمد حسین بٹالوی۔ عبدالعزیز لدھیانوی۔ عبدالحق غزنوی۔ پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور دیگر مولوی صاحبان وغیرہ کی جو ذلت ہوئی۔ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اور جس شخص کو ان پیشگوئیوں کے سچا ہونے میں شک ہو اس کو اختیار ہے۔ کہ مقابلے میں اُٹھے۔ اور زندہ خدا کا مشاہدہ کرلے۔ گھر بیٹھے جھٹلانے عقل کے گھوڑے دوڑانے ٹھیک نہیں زیادہ نہیں تو مولوی غلام دستگیر کی طرح ہی فیصلہ کرلیں۔

آریہ۔ آپ نے تو مجھے حیران کردیا۔ دو تین دن تک پھر میں آپکی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ اس وقت میرا جانا سخت ضروری ہے۔ آگے ہی دیر ہو گئی ہے۔

خاکسار۔ ہاں آپ جا سکتے ہیں۔ جو باتیں میں نے آپکی خدمت میں عرض کی ہیں۔ ان پر ضرور غور کرنا۔ ایک دن کی بات ہے۔ کہ میں ابجد کے قاعدہ سے چند ایک باتوں پر غور کر رہا تھا۔ تو غلام احمد قادیانی کے اعداد ۱۳۰۰ نکلے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ احمدؐ سے ۱۳۰۰ سال بعد یعنی چودھویں صدی میں غلام احمد قادیان میں ہوگا۔ اور قادیان کا سابقہ نام ماجھی تھا۔ جب میں نے ماجھی کے اعداد کو جمع کیا تو وہ ۵۹ ہوئے اور مہدی کے بھی ۵۹ ہی ہوتے ہیں۔ اسی طرح جب میں نے ہند کے اعداد کو جمع کیا۔ تو وہ بھی ۵۹۔ پھر پنجاب کے بھی ۵۹ نکلے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ خاتم النبین افضل الرسلین کے ۱۳۰۰ سال بعد چودھویں صدی میں غلام احمد قادیانی ہوگا۔ اور قادیان کا پہلا نام ماجھی ہوگا۔ جیسا کہ تواریخ سے ثابت ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کے آبا و اجداد پہلے پہل جب اس ملک میں آئے۔ تو انہوں نے اس گاؤں کا نام (قادیان) ماجھی رکھا تھا) اور وہ گاؤں ماجھی (ہند ملک پنجاب) میں ہوگا اور غلام احمد قادیانی مہدی ہوگا

اب غور کرو۔ کہ ایسی روشن دلیلوں کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی نہ مانے۔ تو ہمارا کیا قصور۔ اور اس بدبخت کا کیا علاج

آریہ۔ بے شک آپکی یہ دلیل مجھے بھی بہت ہی پسند آئی ہے اس سے تو صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ غلام احمد ہندوستان میں ہوگا۔ اور ہند میں سے ملک پنجاب میں ہوگا۔ اور پنجاب میں سے قادیان میں ہوگا۔ اور وہ مہدی ہوگا۔ مہربانی کرکے مجھے بھی ابجد کے اعداد لکھا دیں۔ تاکہ میں اچھی طرح سے غور کرلوں۔

خاکسار۔ ہاں آپ لکھ لیں۔ مگر عجیب بات تو یہ ہے۔ کہ غلام احمد جس کے مثیل ہونے کا دعوے کرتے ہیں۔ اس کی قبر بھی پنجاب میں ہی ہے۔

ا ۱	ب ۲	ج ۳	د ۴	ہ ۵	و ۶	ز ۷	ح ۸
ط ۹	ی ۱۰	ک ۲۰	ل ۳۰	م ۴۰	ن ۵۰	س ۶۰	ع ۷۰
ف ۸۰	ص ۹۰	ق ۱۰۰	ر ۲۰۰	ش ۳۰۰	ت ۴۰۰	ث ۵۰۰	خ ۶۰۰
ذ ۷۰۰	ض ۸۰۰	ظ ۹۰۰	غ ۱۰۰۰				

الراقم۔ محمد ظہیر الدین احمدی ولد مولوی محمد الدین صاحب گرداور ساکن اروپ متصل شہر گوجرانوالہ

درس قرآن سے کچھ

سورہ ھود رکوع نمبر ۶

ہم نے صرف مختصر نوٹ درس قرآن شریف سے درج کئے ہیں۔ اگر آپ حقیقتہً ان سے مستفید ہونا چاہتے ہیں۔ تو اول قرآن شریف کا وہی رکوع کھولکر مطالعہ کریئے۔ اور ان نوٹوں سے مدد لیتے جایئے۔ جو اشکال اور شبہات پیش آویں ان سے بذریعہ خط اطلاع دیویں۔ کہ ان کا حل اخبار میں دیا جاوے

والی ثمود اخاھم صالحا قال یقوم اعبدوا اللہ مالکم من الہ غیرہ ...الخ — قوم ثمود کی آبادی جیسے کہ پیشتر اس اظہار کر چکے ہیں۔ عدن سے لے کر یمن۔ حضر موت اور یمامہ تک تھی۔ یہ علاقہ دشمن کے بیرونی حملوں سے بھی محفوظ تھا۔ کیونکہ مغرب کیطرف سمندر اور مشرق کی طرف لق ودق جنگل تھا۔ اس وقت ریل اور جہاز نہ تھے۔ کہ جس کے ذریعے سے انسان ان مشکل راہ گذروں پر تا در ہوتا اس لئے ثمود کی قوم بہت خوش حالی اور امن کی زندگی بسر کرتی تھی۔

میرا تجربہ اور خیال ہے۔ کہ جیسے افلاس کسی قوم کے لئے اسکی بدبختی کی علامت ہوتی ہے۔ کہ اس کا نشانہ ہو کر بعض اقوام رذیل پیشوں اور جرائم کو اختیار کرلیتی ہے۔ جیسے کہ کپٹی واروں کی قوم پنجاب میں ہے، ایسے ہی بعض وقت خوش حالی کی زندگی اور امارت اور ریاست انسانکی بدبختی کی باعث ہوتی ہے۔ یہی بدبختی قوم ثمود کے لاحق حال تھی۔ اور وہ خدا کو بھول گئے تھے۔ انکی طرف انہی میں کا ایک آدمی صالح بھیجا گیا کہ وہ سچے خدا کیطرف بلاوے۔ اور عذاب سے ڈراوے

انشاءکم — حضرت صالح نے انسان کو خلعت وجود کا دیا جانا۔ انعام بتلایا ہے۔ اور دراصل یہ بالکل ٹھیک ہے۔ دنیا کی ہر ایک شے ہمارے لئے اسی وقت نعمت ہے۔ جبکہ ہمارا وجود ہے۔ اگر ہم ہی نہ ہو۔ تو یہ سب جہان اور حسین دلربا اور باغ بغیچہ۔ محل ماڑیاں۔ دوست ثروت ہمیں کیا کام آسکتی ہے۔ پس اول خلعت وجود کا عطا کیا جانا ایک انعام الٰہی ہے۔ کہ جس کو یاد کرکے انسان کی کو خدا کی اطاعت اور عبادۃ میں مصروف ہونا چاہیئے۔

من الارض — سے ظاہر ہے۔ کہ انسان کے جسم اور روح سب شے کا نشوونما زمین ہی سے ہے اور جو لوگ کہتے ہیں۔ کہ انسانی روح آسمان سے گرتی ہے۔ غلط ہے۔ دوسری جگہ بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ الم نجعل الارض کفاتا احیاء و امواتا۔ کہ ہم نے زمین میں ایک قوۃ جاذبہ رکھی ہے۔ کہ وہ ہر ایک شے مردہ اور زندہ کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ انسان کا گہرا تعلق زمین ہی سے ہے۔ اور اسی سے وہ ہر ایک قسم کے نشوونما حاصل کرتا ہے اور حضرۃ مسیح کے آسمان پر جانے کی یہ آیت تردید کرتی ہے

واستعمرکم فیھا — آسودہ حال تم کو آباد کیا۔

فاستغفروہ — جو فضل خداوندی شامل حال ہے اس کے مداومت کے لئے اللہ تعالیٰ سے حفاظت طلب کرو کہ تمہاری خطاؤں سے وہ تم سے دور نہ کر دیا جاوے

ثم توبوا الیہ — پھر جو راہ حفاظت کی وہ تم کو بتاتا ہے اس پر عمل کرو۔ یعنے نیکی اختیار کرو

ان ربی قریب مجیب — چونکہ کامل طور پر محافظ وہی ہوسکتا ہے۔ جو ہمیشہ نزدیک ہو۔ اور ہر ایک آواز کو سنے۔ اور قبول کرے۔ اس لئے فرمایا کہ جس رب کو میں پیش کرتا ہوں۔ وہ قریب اور مجیب ہے

مرجوا — ہونہار۔ جس پر بہت سی امیدیں ہوں صالح علیہ السلام اپنے اخلاق فاضلہ اور نیکی کے لئے قوم میں ممتاز تھے سب کی آنکھیں لگی ہوئی تھیں۔ کہ یہ ہم میں خوب نکلے گا۔ اس لئے کہا کہ ہماری امیدیں تو تجھ پر بہت تھیں۔ تو نے یہ کام کیا اختیار کیا۔

یہی خیال اور امید اہل مکہ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کے بارے میں تھی۔

ناقۃ اللہ — حضرت صالح کی ایک اونٹنی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ دیکھو۔ میرا اللہ اس کو میری صداقت کا نشان قرار دیتا ہے۔ کہ تم اسے کسی قسم کی تکلیف نہ دینا۔ ورنہ عذاب آجاویگا۔

ثلثۃ ایام — سے ظاہر ہے۔ کہ ماموریں بعض وقت عذاب کی میعاد اور وقت تبلا دیتے ہیں۔ وہ لوگ جو حضرت اقدس پر اعتراض کرتے ہیں۔ غور کریں

العزیز — ہندوستان کے ملک میں پکے علوم کی مٹی بھی پلید کی گئی ہے۔ کہ جو لفظ اعلیٰ معانی پر مشتمل تھے۔ ان کو ادنیٰ معانی پر محمول کیا ہے۔ انہیں میں سے یہ لفظ عزیز ہے۔ اس کے معنے غالب کے ہیں۔ اور اب ہندوں چھوٹے پر جو کہ مغلوب ہوتا ہے۔ استعمال کرتے ہیں۔ اگر کسی چھوٹے آدمی کو عزیزی کرکے لکھو تو آنگ ہو جاوے اور اسے حقارت خیال کرے۔ ایسے ہی اسلام علیکم کو حقہ جانا گیا ہے۔

یغنو — مغنے جمع نے سٹیشن سے نکلا ہے۔ رہنے کا مقام گویا وہاں کبھی آباد ہی نہ ہوئے تھے۔ ۱۲

موتے کلام کرتے ہیں

لوگ تعجب کرینگے۔ کہ موتے کس طرح کلام کرسکتے ہیں۔ لیکن جب وہ اس بات پر غور کرینگے۔ کہ ہر ایک کی کلام اور فعل اس کے مطابق حال ہوتا ہے۔ تو ان کو یہ معمہ حل ہوجاویگا جس حال اور کیفیت میں مرے لوگوں سے ملتے ہیں۔ اسی حال اور کیفیت میں وہ لوگوں سے کلام بھی کرتے ہیں۔ اور وہ کیفیت وحالت خواب اور کشف کی ہے۔ کتب تعبیر الرویا میں لکھا ہے اور عملی طور پر اس کی تصدیق بھی ہو چکی ہے۔ کہ مردہ اگر خواب میں کچھ کہہ جاوے۔ تو وہ اسی طرح ہوتا ہے۔ حضرت حکیم نورالدین صاحب کے درس میں بعض عبرت انگیز واقعات جو کہ آپ کے چشمدید ہوتے ہیں ذکر ہوا کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ انسے موتے نے کلام کی ہے۔ چونکہ یہ کلام بعض لوگوں کو فائدہ بخش ہوگی اس لئے ہم اسے ذیل میں درج کرتے ہیں

اول واقعہ میر حسن مرحوم کا ہے۔ جن کی ایک مثنوی عشقیہ مضامین میں تصنیف سے ہے۔ میر حسن نے ایک شخص کو خواب میں کہا۔ کہ میرے ادا ادا کو کہو۔ کہ مثنوی کے جس قدر نسخہ جات مل سکیں۔ وہ سب کو جلا دو۔ کیونکہ خلقت اسے پڑھ کر گمراہ ہورہی ہے۔ اور ان کی گمراہی کی وجہ سے مجھے یہاں عذاب دیا جاتا ہے۔ پس مصنف لوگ غور کریں اور تصنیف کے وقت خیال رکھیں۔ کہ اس کا ثمرہ ان کو آخرت میں کیا ملے گا۔

دوسرا واقعہ یہ ہے۔ کہ خود حکیم صاحب موصوف نے ایک شخص کو خواب میں دیکھا۔ جو کہ مرگیا ہوا تھا۔ اور اُسے بیمار پایا۔ پوچھا۔ کہ تم تو مر گئے تھے۔ اور بیماری انسان کو موت سے اول اول ہوتی ہے۔ اب تمہارے بیمار ہونے کی کیا وجہ ہے۔ اس مردہ نے جواب دیا۔ کہ آپکا فرمانا بجا ہے۔ لیکن زندگی میں میں ایک لڑکی پر عاشق تھا۔ اور اس لڑکی کو میرے سامنے .... کیا۔ اب اس عشق کی سزا مجھے برنگ بیماری دیجاتی ہے۔ حضرت حکیم صاحب نے اس شہر کے ایک آدمی سے جو اس مردہ شخص کا رفیق تھا۔ اس عشق کا ذکر کیا۔ جسے سنکر وہ حیران ہو گیا۔ اور کہا۔ کہ مرتے وقت اس نے عشق کا اظہار کیا تھا۔ اور سوا خدا کے اور میرے اور یا ان عاشق معشوق کے اور کسی کو اس بات کا حال معلوم نہیں۔ حکیم صاحب کو چونکہ اس لڑکی کا شکل معلوم نہ تھی آخر بڑی تحقیقات کے یہ بات درست ثابت ہوئی۔ عاشق مومن م جو اتبک کسی خاکی بت کے عشق کے مریض ہیں۔ عبرت پکڑیں۔ ٭ تیسرا واقعہ جو کہ سننے میں آیا ہے۔ یہ ہے کہ قادیان کے نزدیک ایک گاؤں ننگل ہے۔ وہاں ایک شخص کو مرزا امام الدین خواب میں آیا اور کہا کہ نظام الدین سے کہہ دو۔ کہ مرزا غلام احمد حق پر ہے ۔۱۲

کان عرشہ علی الماء

عرش - عرش کی حقیقت اور ماہیت کے سمجھنے میں لوگوں کو اس لئے دہوکا لگتا ہے کہ بعض الفاظ کو جس طرح وہ مخلوق کے حق میں سمجھتے اور خیال کرتے ہیں۔ ویسے ہی خداتعالیٰ کے لئے بھی خیال کرنے لگتے ہیں۔ اس کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں۔ مثلاً جب خدا کی نسبت اسکا سمیع اور بصیر ہونا مانا جاتا ہے تو بعض کا خیال صفات الٰہی کی ناواقفیت کیوجہ سے اسطرف منتقل ہوجاتا ہے کہ جیسے ہماری آنکھ ہے ویسی ہی خدا کی ہوگی اور چونکہ وہ بہت بڑا اور عظیم الشان وجود ہے۔ اسلئے اپنی وسعت نظر اور خیال کے لحاظ سے اپنی آنکھوں کی نسبت خدا کی آنکھ کو بہت بڑا اور روشن مان لیتا ہے۔ ایسے ہی کانوں اور ہاتھوں کی نسبت اس کے خیالات ہوتے ہیں در اصل یہ ایک بڑی غلطی ہے۔ کہ قرآن شریف میں بعض ایسے الفاظ کو دیکھکر جو کہ ایک طرف تو انسانوں پر استعمال ہوتے ہیں اور ایک طرف خداتعالیٰ کی نسبت بھی بولے جاتے ہیں ان کے معانی اور مفہوم کے سمجھنے میں کوئی تمیز اور فرق نہیں کیا جاتا۔ یہی ایک ایسا دہوکہ ہے کہ جس کے باعث نوع انسان کا ایک بڑا حصہ اسوقت ضلالت اور غضب الٰہی کا نشانہ بنا ہوا ہے اور وہ لفظ احیا ہے۔ کہ ایک طرف تو خداتعالیٰ کی صفت محی ہے دوسری طرف انبیاء میں بھی اس کے وجود کی خبر قرآن شریف سے ملتی ہے پھر کلام الٰہی یعنے قرآن شریف میں بھی اس خاصہ احیا کا ہونا قرآن سے ثابت ہوتا ہے۔ پھر بعض اعمال کو بھی باعث احیا قرار دیا گیا ہے جیسے ولکم فی القصاص حیٰوۃ یا اولی الالباب ایسی حالت میں جب تک انسان خوض اور فکر سے کام نہ لے اور اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اسکی دستگیری نہ کرے تو وہ کبھی ٹھوکر سے بچ نہیں سکتا لیکن جو لوگ راسخ فی العلم ہوتے ہیں اور خدا نے انکے ایمان اور عمل صالح کی وجہ سے ظلمتوں سے ان کو نجات دی ہوئی ہوتی ہے وہ جانتے ہیں کہ ہر ایک کی شان اور مرتبت کے لحاظ سے ان الفاظ کے معانی اور مفہوم الگ الگ ہوا کرتے ہیں اسی لفظ احیا کو خدا کیطرف نسبت دینے اور پھر قرآن شریف اور رسول کریم اور قصاص کیطرف نسبت دینے میں۔ اگر ہم کوئی فرق بین نہ کر سکیں تو ہمارا ایمان خداتعالیٰ کی ذات پر مشکوک ہوجاویگا۔ اور برنگ دیگر باوجود ایک خدا ماننے کے پھر ہمیں کئی خدا ماننے پڑیں گے جسکا نتیجہ سوائے ہلاکت اور ضلالت کے کچھ نہ ہوگا۔ پس جبکہ کلام الٰہی میں ایک ہی لفظ کا اطلاق مختلف مقامات پر ہو اور خالق کی طرف بھی اسکی نسبت ہو۔ اور مختلف مخلوق کی طرف بھی وہ منسوب کیا جاتا ہو تو لفظوں کا طریق اسمیں یہ ہے۔ کہ حفظ مراتب کو مدنظر رکھکر اُسکے معنے کئے جاویں۔

اس جگہہ یہ ایک سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ جس حالت میں کہ الفاظ سے اس قسم کا مغالطہ لگتا ہے تو باریتعالیٰ نے کیوں ایسے الفاظ کو استعمال کیا۔ جو کہ لوگوں کی ضلالت کا موجب ہو سکتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اس پیرایۂ کلام کے اختیار کرنے میں سراسر اسکی رحمت اور فضل خاص بندوں پر ہے۔ اور یہ نوع انسان کی اپنی غلطی ہے کہ وہ تدبر اور تفکر سے کام نہیں لیتا۔ اس کے اپنے کسی خویش و اقارب کی نسبت کوئی لفظ خلاف شان معنے اور مفہوم میں استعمال کیا جاوے تو وہ آگ بگولہ ہو جاتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ خود باریتعالیٰ کیطرف الفاظ کے ایسے معنے منسوب کرے جس سے اس کی ذات میں نقص اور کمزوری پائی جاوے یہ پیرایۂ کلام رحمت اسلئے ہے کہ اگر خداتعالیٰ کی صفات کو ایسے الفاظ میں بیان کیا جاوے۔ جس کے مشابہ اور مناسب مخلوق میں نہ ہوں۔ تو مخلوق اُسکے سمجھنے سے قاصر رہیگی کیونکہ انسان میں ایک خاصہ ہے کہ وہ صرف اُنہی باتوں کو سمجھ اور اُنہی اشیاء کو ادراک کرسکتا ہے۔ جو اس کے اپنے نفس میں موجود ہوں یا وہ صفات اسکو اُسوقت حاصل ہوں۔ مثلاً ایک مادرزاد اندہا بصیر ہونے کی ماہیت کو کسی طور سے بھی نہیں سمجھ سکتا لیکن جس کی آنکھیں ہیں وہ خداتعالیٰ کے بصیر ہونے پر جو ایمان رکھیگا اسمیں اور اس مادرزاد اندھے کے ایمان میں ایک ایسا فرق ہوگا جس کی نسبت کیلئے کوئی لفظ ملنا محال ہے اس کا باعث صرف یہی ہے۔ کہ وہ بصیرت کے کُنہ اور حقیقت سے جو کہ ایک بینا کو حاصل ہے بالکل ناواقف ہے پس خداتعالیٰ نے اپنے بڑے رحم اور فضل سے اپنے بندوں سے ایسا طرز کلام اختیار کیا جس سے وہ اسکی صفات کو ایک گونہ سمجھ سکیں اور پھر جب بندہ اسکی طرف رجوع کرے تو وہ رفتہ رفتہ اُن کی اصلیت اور حقیقت کو اُن پر کھولتا جاوے۔ اور یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف اور احادیث میں بعض ایسی کلام ہوتی ہے جس سے صرف انسان کو ایک نتیجہ سمجھانا مقصود ہوتا ہے اور ان الفاظ کے ظاہری مفہوم سے خداتعالیٰ کی ذات بکلی پاک ہوتی ہے اسی سبیل کی ایک حدیث ہے کہ مومن کا دل خداتعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہوتا ہے اب ظاہر ہے کہ خداتعالیٰ کی انگلیاں تو نہیں ہیں اور نہ اُنکی تعداد ہے اور نہ وہ ہماری جیسی ہیں بلکہ یہ ایک استعارہ ہے کہ جس سے تصرف الٰہی جتلانا مقصود ہے کہ فلاں بات یا کام ہماری چٹکی میں ہے جب اور جسطرح چاہیں کردیں۔

اسقدر بیان کے بعد جس سے میری مراد یہ امر ناظرین کے ذہن نشین کرنا ہے کہ جب بعض الفاظ خالق اور مخلوق کی نسبت مشترکہ استعمال ہوں تو مومن کی شان یہ ہونی چاہئے۔ کہ باریتعالیٰ کی دیگر صفات حسنہ کو مدنظر رکھکر اُن کے معانی اور مفہوم کو خدا کیطرف نسبت دے اس لئے خداتعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی کہ صرف وہی الفاظ (اسم) خدا کیطرف منسوب ہوسکتے ہیں جو خوبیوں سے بھری ہوئی ہوں اور جن سے کوئی نقص اور کمزوری باریتعالیٰ میں ظاہر نہ ہوتی ہو اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے جب ہم عرش کی بحث کریں گے تو ہمیں اس کے معنے سمجھنے میں کسی قسم کے شکوک اور شبہات پیش نہ آوینگے

قرآن شریف سے ثابت ہے کہ لفظ عرش ذات باریتعالیٰ کے ساتھ بھی استعمال ہوا ہے اور اس کے سوائے دوسروں پر بھی مثلاً پ ۱۹ میں جب ہدہد نام ایک رکن دربار سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسکی غیر حاضری کی وجہ دریافت کی تو دفع الوقتی کیلئے اس نے حضرت سلیمان کے آگے ایک معذرت بیان کی اور ایک ایسی بات کیطرف آپ کو توجہ دلائی ہے جس سے حضرت سلیمان کا وہ سارا غصہ فرو ہوگیا ہدہد نے ایک بادشاہ عورت پرستار سورج کا ذکر کیا۔ اور اسکی سلطنت کی شوکت کے اظہار کیلئے اس کے تخت کا تذکرہ بھی کیا اور کہا وَلَھَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ اور دوسرے مقام پر حضرت یوسف علیہ السلام کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام جب مصر تشریف لائے تو تعظیم کے طور پر یوسف علیہ السلام نے اُن کو تخت پر جگہہ دی جیسے کہ لکھا ہے ورفع ابویہ علی العرش ان دو مقاموں پر جہاں لفظ عرش کا استعمال ہے یہ بھی در اصل اسکی حقیقت پر ایک روشنی ڈالتا ہے کیونکہ سلیمانی دربار کا رکن اعلیٰ ہدہد جب بلقیس کی خبر دیتا ہے تو اُسکی سلطنت کی شان و شوکت کو بیان کرتے ہوئے اور چیزوں کی تفصیل مثل فوج ولشکر۔ گھوڑے و اسلاح کی نہیں دیتا۔ بلکہ اسکی شان و عظمت کے اظہار کیلئے اس کے عرش کا ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے ولھا عرش عظیم

ایسے ہی یوسف علیہ السلام جو کہ ایک نبی ہونے کی حیثیت سے والدین کے حقوق کو خوب کما حقہ شناخت کرتے اور جانتا ہوتا ہے تھے جب اپنے باپ سے ملاقات کرتے ہیں تو تعظیم کیلئے ان کو عرش (تخت) پر جگہہ دیتے ہیں۔ اور چونکہ یوسف علیہ السلام بھی خلعت خسروانہ زیب تن کئے ہوئے تھے۔ اور آپکو شاہانہ اختیارات حاصل تھے۔ اسلئے ان کی شان کے لحاظ سے بھی لفظ عرش کو ایک خاص مناسبت ثابت ہوتی ہے ان دو موقعوں پر جہاں کہ لفظ عرش کا مخلوق کیساتھ استعمال ہوا ہے۔ غور کرنے سے لفظ عرش کی حقیقت اور بھی کھلتی ہے اور امید ہے کہ ناظرین بھی اس پر توجہ کریں گے۔ ہمارے بیان مذکورہ بالا سے ظاہر ہے کہ لفظ عرش کسی سلطنت کے رُعب۔ اقتدار۔ اور جلال کے اظہار کیلئے مجموعی طور پر استعارہ کے رنگ میں استعمال ہوتا ہے اور یہ ایسی اصطلاح ہے کہ زمانہ حال میں بھی برتی جاتی ہے۔ تخت پر بیٹھنے سے مراد تمام سلطنت کو ہاتھ میں پورے طور پر لیکر حکم احکام نافذ کرنے کے ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً جب کہا جاتا ہے۔ کہ انگلینڈ کے تخت پر اسوقت کون شخص ہے۔ تو قائل کی یہ مراد ہرگز نہیں ہوتی۔ کہ صاحب تخت اسوقت بھی وہاں ہی بیٹھا ہوا ہے۔ بلکہ اس کی یہی مراد ہوتی ہے۔ بادشاہ کون ہے اور راج کس کا ہے اور ہم اسوقت کس کی رعیت ہیں تو اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے۔ کہ اسوقت انگلینڈ کے تخت پر ملک معظم جناب ایڈورڈ ہفتم رونق افروز ہیں۔ پس اب ظاہر ہے کہ عرش کے لفظ کو سلاطین اور اُن کے اقتدار اور اثر اور رُعب داب سے ایک خاص مناسبت ہے۔ اور جب یہ بات سمجھ میں آگئی۔ تو اب اس امر کا سمجھنا کہ خدا کے عرش سے قرآن شریف کا کیا مطلب ہے بہت ہی آسان ہے ۔۔۔۔ باقی آئندہ

البدر کی قومی خدمت

آج تک البدر نے اپنی پیاری قوم کی جو خدمت کی ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ اور آئندہ اپنے تئیں زیادہ مفید ثابت کرنے کے لئے جس قدر جوش رکھتا ہے۔ وہ امین من الامس ہے۔ مگر اس نونہال بوستان احمدی کے لئے آبیاری زرکی از حد ضرورت ہے۔ جس کے لئے قوم کے دریا دلوں کی جو ابر کرم بحر سخا ہوں نہایت سخت ضرورت ہے۔ پھر اس کے پھلنے پھولنے میں ذرا بھی شک نہیں۔ جبکہ باغبان گلشن ہستی کا فضل بھی اس کے شامل حال ہو۔ اگر اس میں کچھ نقص ہیں۔ تو یہ بھی ہماری کم توجہی کے نشان ہیں۔ ورنہ ایک قومی اخبار اور قرضہ سے زیر باری کی شکایت۔ اس کے صاحب الکریم کی نیت میں تو کچھ فتور اور ہمت میں کوئی قصور معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ ہم نے جنوری ہی سے دیکھ لیا ہے۔ کہ نہ صرف فیصلہ انگریزی چھپوا کر سب سے پہلے تقسیم کیا۔ بلکہ کتاب مفت دینے کا عزم بالجزم بھی کر لیا ہے۔ اگر سب خریداروں نے قیمت دیدی تو ہم دیکھتے ہیں چار بلکہ پانچ بار شایع کرنے پر بھی اپنے افضل [illegible] مضامین، سوال کی ترتیب و اصلاح [illegible] بالکل ہمارے اختیار میں ہے۔ میرٹھ کے [illegible] اعتراضات کا جواب دینے کی خوب تجویز پیش کی۔ مگر میں تو اس سے پہلے کئی دفعہ محترم ایڈیٹر کو بذریعہ خط کے طور پر بلکہ زبانی بھی توجہ دلا چکا ہوں۔

اصل میں ہماری قومی ضرورتیں اتنی ہیں۔ اور ان کے اتنے شعبے ہیں۔ کہ اگر الحکم والبدر دونو اس کام کو آپس میں تقسیم کر لیں۔ تو بڑی مشکل سے اس کو پورا کر سکیں۔ بلکہ تیسرے اخبار کی ضرورت ہے ہاں اگر ہر ایک اپنے تئیں تمام ضرورتوں پر حاوی بنانے کا مدعی ہو تو میرے خیال میں سب کام ادھورے رہیں گے۔ سوالات کی بھی کئی قسمیں ہیں

(۱) مختلف اخباروں میں جو غلط فہمیاں پھیلائی جاتی ہیں انکی تردید مگر بلاناغہ (۲) مختلف اخباروں میں جو اعتراضات اس سلسلے کی نسبت چھپتے ہیں (۳) ان خاص خاص ضمیموں اور رسالوں کا جواب جو صرف احمدی فرقے کی تردید میں نکلتے ہیں (۴) مختلف مخالفوں (ہندو، مسلم، عیسائی۔ وغیرہ ہم) کے اعتراضوں کا جواب جو احمدیوں کی معرفت اخبار کے دفتر میں پہنچیں (۵) خود احمدیوں کے اپنے شکوک جو ان کے دل میں آئیں۔ کئی احمدی حضرت صاحب کو مسیح موعود یقین کرتے ہیں۔ اور وہ ایسا کرنے پر کسی خاص دلیل یا نشان سے مجبور ہیں۔ مگر دل میں ابھی کئی شبہات اٹھتے ہیں۔ جن کو رفع کرنا چاہتے ہیں۔ یا ایسے شبہات جو کسی مخالف کی کتاب پڑھنے یا وعظ و تقریر سننے سے پڑ جائیں یہ حصہ بہت ہی ضروری ہے (۶) مختلف مسایل کی نسبت احمدیوں کے استفسار۔ نماز، روزہ، زکاۃ۔ و دیگر تقریبات غمی و شادی جو پیش آئیں۔ ان کے بارے میں سوالات اور ان کے جواب۔ مثلاً پچھلے دنوں امام علیہ السلام نے عید الفطر کا چاند نہیں دیکھا۔ مگر عید اسی دن کی جس دن ہم نے چاند دیکھ کر کی اور آپ نے رمضان کا روزہ ایک دن اول کا (ایک شہادت سے) قرار دیا۔ اب اس روزے کی قضا ہم پر لازم آتی ہے یا نہیں۔ (۷) اگر خبروں کا حصہ بھی ہو تا۔ کہ اگر کسی اور اخبار کے دیکھنے کی ضرورت [illegible] کچھ حرج نہیں۔ (۸) طبی حصہ بھی چاہیئے غرض [illegible] کئی شعبے ہیں۔ اور سبھی ضروری ہیں دیکھنا ہو کہ البدر اس میں کس [illegible] کا ذمہ اٹھاتا ہے۔ خیر میں اپنی تجاویز کو عملی صورت میں لانے کے لئے ہر شعبے میں ایک ایک مضمون دوں گا۔ اور میں تو حاضر ہی ہوں۔ ضمیمہ شحنہ ہند (نور افشاں) کی ظلمت افشانی وغیرہ مضامین ایک مدت سے الحکم والبدر میں شایع ہو چکے ہیں + راقم احمدی گجراتی۔

کتب اشتہاری میں پبلک کو شکست ہوگا

ناظرین نے کچھ عرصہ ہوا۔ کہ اخبار البدر کے ذریعہ سے ایک اشتہار کتب ایک ایجنسی کیطرف سے وصول کیا ہوگا [illegible] کتب اپنی اصلی قیمت مندرجہ سے [illegible] کیطرف سے تھا۔ اور فہرست کچھ ایسی دلچسپی سے مرتب کی گئی تھی کہ جو اسے پڑھتا ہی ضرور دل للچا آتا ہی۔ مگر بڑے افسوس سے بیان کرتا ہوں کہ اسی اشتہار کے متعلق ایک سخت شکایت سے بھرا خط حیدر آباد سے وصول ہوا جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس طرح سے پبلک کا بہت بڑا نقصان ہو رہا ہے۔ اور محض پبلک کی بہتری کی خاطر مد نظر رکھکر میں اُس خط کو آخر میں درج کرونگا۔

یہ شکایت تو خط کے ذریعہ سے ہی معلوم ہوئی مگر خود میرے دفتر کے بعض ملازمین نے بھی یہ شکایت اپنی ذاتی تجربہ کی بنا پر کی ہے کہ انہوں نے چند کتب جنکی قیمت بجائے ایک روپیہ کے ۸ مقرر تھی دیکھیں تو اُن کو معلوم ہوا۔ کہ اُن کتب کی ضخامت چھوٹی تقطیع پر ۷۰ صفحوں سے بیش و کم ہے۔ جنپر لاگت اگر زیادہ تعداد میں وہ کتاب طبع ہو تو ۱ سے زیادہ نہیں آسکتی۔ اور نہ مضامین اس پایہ کے ہوتے ہیں جس پایہ کا خیال مضمون فہرست سے پیدا ہوتا ہی۔ ایسی صورت میں اگر وہ کتب چار آنے کو بھی دیجاویں۔ تو قریب چار گنا کے مشتہر کو منفعت ہوتی ہی۔ اسمیں شک نہیں کہ اشتہار کی تقسیم کرائی وغیرہ کے اخراجات کثیر کا زیر بار ایسے مشتہران کو ہونا پڑتا ہے۔ مگر زیر بحث یہ امر ہے کہ محض پبلک کے مغالطہ کیلئے ایسی قیمت کیوں ظاہر کیجاتی ہے اور اس قسم کی عبارتیں کیوں تراشی جاتی ہیں جن سے اسے یہ خیال گذرے۔ کہ یہ ایک ضخیم کتاب ہو گی جس کی اسقدر قیمت ہے ہمارا اعتراض صرف اس ایجنسی پر ہی نہیں ہے۔ بلکہ جب سے رعایتی قیمت کے اشتہارات کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ جب ہی سے اس قسم کے مغالطہ میں پبلک کو لگ رہے ہیں جس سے سخت مالی نقصان اقوام ہند کا ہو رہا ہے۔ آخر ایک دن اس پردہ دری کا آنا ہی اور وہ اب غالباً آبھی گیا ہی۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ دوسرے اخبارات بھی ایک پبلک فائدہ کو مد نظر رکھکر اس نقصان سے پبلک کو بچانے کیلئے قلم برداشت کریں گے۔ وہ خط یہ ہے۔

بخدمت مجھی ایڈیٹر صاحب البدر السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے اخبار البدر کیساتھ جو اشتہار ایک ایجنسی کا بطور ضمیمہ ارسال فرمایا تھا جس میں ایجنسی مذکور نے یہ ترغیب دلائی تھی۔ اور بڑے زور سے دعوے کیا تھا۔ کہ عمدہ عمدہ کتابوں کی قیمت محض بخیال عام نفع رسانی اصل پر چوتھائی تک گھٹا دی ہے۔ اس ترغیب کی بنا پر [illegible] اور ہمارے احباب نے منگوائیں تو صاف معلوم ہو گیا۔ کہ ایجنسی مذکور راست بازی کے پایہ سے گری ہوئی ہے اور ایسی تحریرات محض خریدار پیدا کرنے کی غرض سے شایع کرتی ہے [illegible] طریقہ کے اختیار کرنے سے ایجنسی بہت جلد اپنا اعتبار کھو دیگی ایجنسی مذکور نے جن کتابوں کی جو چوتھائی قیمت قرار دی ہی وہ باعتبار [illegible] مضمون اور باعتبار حجم و چھپائی و خط طی وغیرہ انکی حیثیت سے کہیں زیادہ ہی اور [illegible] کی طرف توجہ کیگئی ہی۔ در اصل کمال یہ کیا گیا ہے کہ وقت طبع ہی دس گنا قیمت کتاب پر لکھدی گئی ہی ابدیں اشتہار شایع کیا جاتا ہے۔ کہ ہم نے چوتھائی تک قیمت میں تخفیف کر دی ہی ہمارے احباب [illegible] نے کتب منگوائیں ایجنسی کی حالت پر تاسف کیا۔ یہی تو وجہ ہی کہ [illegible] اعتبار زائل ہو گیا ہمیں امید ہی کہ آئندہ آپ بھی ایسے اشتہارات کی اشاعت میں تائید نہ فرمائیں گے۔ جس میں شخصی نفع کے ضمن میں پبلک کا نقصان ہو۔ یہ مضمون بجنسہ درج اخبار فرماکر مجھے ممنون فرمائیں گے۔ سید عبد الرحیم از حیدر آباد۔ ۲۸ فروری ۱۹۰۵ء

بے نظیر تصانیف

ناظرین کو اطلاع دیجاتی ہے کہ احمدیہ بک ایجنسی قادیاں کی طرف سے ایک بے نظیر سلسلہ۔ آنحضرت صلعم اور آپ کے صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کی لیکچرز اور مراسلات کا زیر طبع ہے جنکے نام خطبات و مکتوبات محمدیہ و صدیقیہ و فاروقیہ وغیرہ ہیں یہ تمام خطبات و مکتوبات بڑی محنت اور تلاش سے جمع کئے گئے ہیں اور اہل ہند کی سہولت کی غرض سے عربی عبارت کیساتھ ترجمہ اردو بھی دیدیا گیا ہی۔ ان کے مطالعہ سے قرن اول کے لوگوں کے حالات متعلق تقوے و طہارت اور ان کے طرز کلام و خطاب وغیرہ کا طریق معلوم ہوتا ہے۔ اور یہی اسوہ حسنہ ہی کہ جس کے اختیار کرانے کیلئے مسیحا و مجددین اور مامورین اس امت میں پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ ان کے مطالعہ سے قلب اور روحانیت پر ایک خاص اثر ہوتا ہی امید ہی کہ کوئی فرد بشر ایسا نہ ہوگا۔ جو آنحضرت صلعم اور صحابہ کبار سے محبت رکھتا ہی اور پھر ایک نظر وہ انکو نہ دیکھنا چاہے

یہ خطبات الگ الگ کتاب کی شکل میں شایع ہونگے قیمت کا سردست کچھ فیصلہ نہیں ہی مگر غالباً ۲ سے ۵ تک ہوگی

درخواستیں منیجر احمدیہ بک ایجنسی قادیاں کے نام آنی چاہئیں۔

جس کی کیفیت صحیح بخاری میں مروی ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ کافروں پر ایسا قحط ڈالدے جیسا یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں تھا۔ بیہقی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب قحط کی شدت سے قریش جاں بلب ہوگئے تو ابوسفیان آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ کہتے ہیں کہ میں رحمۃ للعالمین ہوں آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ ابوسفیان نے کہا کہ آپکی قوم ایسی مصیبت میں گرفتار ہے مارے بھوک کے مری جاتی ہے آپ کیوں رحم نہیں کرتے اور اس قحط کے دفع ہونے کی دعا کیوں نہیں فرماتے۔ اسپر یہ آیت نازل ہوئی کہ اس عذاب پر بھی تو انہیں تنبیہ نہیں ہوتا اور اللہ کے سامنے عجز و انکسار نہیں کرتے اور بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے جنگ بدر کا قتل مراد ہے۔

اب حیرت صاحب آپ خود غور کریں کہ اس موقعہ پر بیجا نکتہ چینی کر کے حضرت اقدس کو لکھا ہے کہ تم جھوٹے اور تمہاری ہفتاد پشت جھوٹی۔ اس لئے میں اب آپ سے یہ دریافت کرتا ہوں اور خاص طور پر مخاطب کر کے پوچھتا ہوں کہ یاد کر کے یا تحقیق کر کے اور حساب لگا کر ہمیں آپ بتائیں کہ تم کتنی پشت کے جھوٹے ہو اور کب سے جھوٹ کی غلاظت تمہاری رگ و ریشہ میں سرائیت ہوتی چلی آئی ہے۔ یاد رکھو۔ ہم نے اس مضمون میں ایک لفظ بھی اپنی طرف سے نہیں لکھا ہے سارے تمہارے ہی الفاظ ہیں جو تمکو واپس دیئے گئے ہیں اگر آپ کا شیوہ اور مسلک ہم بھی اختیار کرتے تو جو چاہتے لکھتے۔ لیکن ہم ایسا کرنا نہیں چاہتے۔ لیکن تم یاد رکھو۔ کہ صرف نکتہ چینیاں کئے جانا شریفوں کا شیوہ نہیں ہو سکتا۔ اگر شرافت کا کچھہ بھی حصہ تمہارے خمیر میں باقی ہے اور شرافت کے متعلق جو طولانی مضامین آپنے لکھے ہیں وہ درست ہیں تو آؤ اس ایک ہی معاملہ میں جسقدر عرصہ تک چاہو بحث کر کے فیصلہ کرلو۔ ہم تیار اور موجود ہیں اب البدر کے ذریعہ جو بحث میں کرنی چاہتا ہوں وہ انقطاعی طور پر کرنی چاہتا ہوں۔

میاں حیرت کے عذاب والے مضمون مطبوعہ کرزن گزٹ مورخہ ۸ جنوری ۱۹۰۵ء کی بابت جو کچھہ البدر کے گذشتہ نمبروں میں لکھا جاچکا ہے اس تحریر کے بعد جب اس مضمون پر مجھے مزید توجہ کی تو خود حیرت صاحب اور دوسرے علماء کی تحریرات سے کوڑیوں نظائر مجھکو ملی ہیں۔ اور اب میں اسبات کے واسطے تیار ہوں۔ کہ ان نظائر کو کسی عام مجلس میں اس اہتمام کیساتھ بیان کروں کہ جو کچھہ میں پیش کروں۔ وہ یا تو خاص میاں حیرت کے مضامین سے یا صرف ان علماء کی تحریرات سے اخذ کیا گیا ہو جن کی مدح و ثنا میاں حیرت بہت زور شور سے خاص الفاظ میں کر چکے ہوں۔ اگرچہ یہ مجھے امید ہے کہ اس قسم کے نظائر سو سے بہت زیادہ میں پیش کرسکونگا لیکن ان میں سے پچاس نظائر خصوصیت کیساتھ ایسے صاف اور صریح ہونگے۔ کہ ان پر خواہ کتنی ہی رد و قدح کیجاوے عام طور پر انکی بابت قطعاً یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ وہ ہمارے مدعا کو صفائی سے ثابت کرتے ہیں۔ اب چونکہ میاں حیرت نے اس عذاب والے مضمون کے متعلق نہایت حیرت اور شوخی سے کفار عرب کیساتھ ہمدردی کر کے اسبات کا اظہار کیا ہے کہ مرزا صاحب چونکہ کفار عرب پر دنیوی عذاب نازل ہونیکے قائل ہیں اسلئے وہ نعوذ باللہ مسلمانوں اسلام اور حضور انور صلعم کے صریح اور تلخ تر دشمن ہیں نیز اس قسم کا خیال میاں حیرت کے نزدیک رسول صلعم کیساتھ تبرہ بازی کرنا ہے وغیرہ وغیرہ اس لئے اب میاں حیرت کو میں نہایت زور کے ساتھ چیلنج دیتا ہوں کہ وہ پنجاب کے دار الخلافہ لاہور میں ایک عام جلسہ میں اس مضمون پر ہم سے گفتگو کرلیں۔ اس جلسہ میں طرفین کی رضامندی سے دس آدمی بطور ثالث مقرر کرلئے جاویں گے۔ اور میں تمام نظائر اس اہتمام سے پیش کرونگا کہ وہ یا تو حیرت صاحب کی شائع کردہ تحریرات ہونگی یا قرآن شریف کے اُن ترجموں سے لئے گئے ہونگی جن کی بابت میاں حیرت لکھ چکے ہیں کہ ان میں خفیف سی غلطی کا بھی احتمال کرنا محال عقل ہے یا ایسے علماء کی تحریرات پیش کرونگا کہ جنکے علم و فضل کی آوازیں میاں حیرت کی تحریر کے موافق ہند کی چار دیواری سے نکلکر مسلمانوں کے ممالک مصر و شام میں پہنچی تھیں اور جس مسئلہ پر مکہ و مدینہ کے علماء میں جھگڑا ہوتا تھا۔ اس کے فیصلہ کیواسطے وہ ثالث بالخیر بنکر فیصلہ کیا کرتے تھے۔ اگر پچاس نظیریں پیش کر کے اپنے مدعا کو بھی ثابت نہ کر سکونگا۔ اور ثالث کی کثرت رائے سے میاں حیرت کو ڈگری ملجاویگی تو ان کے ترجمہ وغیرہ کے عوض اسی مجلس میں ایک سو روپیہ اُن کی نذر کئے جاویں گے لیکن بحالت دیگر ہم صرف ایسی تحریر جس میں حیرت صاحب کے یہی الفاظ لکھے جاوینگے جو انہوں نے مرزا صاحب کیلئے استعمال کئے ہیں حیرت صاحب کو دستخط کر کے تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ میں رکابی مذہبی اور جو فروش گندم نمائی کیوجہ سے میں خود ان تمام فقرات و الفاظ کا مصداق ہوں۔ جنکو اپنے لئے واپس لیتا ہوں۔ اس صاف اور سیدھے طریق فیصلہ سے اگر میاں حیرت نے روگردانی کی تو وہ اپنے فعل سے

مختلف نوٹ اور ریمارکس

کیا جاپان میں طاعون نہ ہوگا

کچھ عرصہ گذرا ہے۔ کہ رائے بینا تھ صاحب بہادر سیشن جج صوبجات متحدہ نے اخبار پاینیر میں دفعیہ طاعون کے لئے دعا کے واسطے تجویز پیش کی تھی۔ کہ تمام مذاہب کے لوگ ایک روز بالاتفاق مقرر کر کے سرکاری طور پر رخصت لیکر خداوند تعالیٰ سے بمنت و زاری دعا کریں۔ رائے صاحب کی یہ تجویز بذات خود بہت معقول تھی۔ مدرست حقہ سے اس نتیجہ پر پہونچے کہ واقعی یہ خدا کا عذاب ہے۔ اور جب تک اس سے التجا نہ کی جاوے کہ وہ دور ہو تب تک یہ دور نہ ہوگا۔ مگر افسوس ہے کہ بعض خدا سے دور افتادہ مادہ پرست لوگوں نے اس کی مخالفت کی ہے۔ اور اسے خدا کیطرف منسوب نہیں کیا۔ اور باوجود تجارب کثیر کے جو آجتک ہو چکے ہیں طاعون کا باعث مادی غلاظت کو قرار دیا ہے۔ اور اس کی نظیر میں جاپان کو پیش کیا ہے۔ کہ صفائی کیوجہ سے وہاں طاعون نہیں ہوتا۔ ہمیں شک نہیں کہ طاعون باعث غلاظت مزدور ہے مگر وہ روحانی غلاظت ہے اور جب تک کہ روحانی پاکیزگی اختیار کیجاویگی تب تک یہ عذاب ہرگز دور نہ ہوگا۔ اور یہ بھی بالکل غلط ہے کہ جاپان میں اگر ابتک طاعون نہ ہوا۔ تو آیندہ بھی نہ ہوگا جس حالت میں کہ چوہے وہاں مرتے ہیں۔ جو اس امر کا ثبوت ہے کہ وہاں طاعون کی تخم ریزی ہے تو اب آیندہ کی یہ پیشگوئی کرنی کہ وہاں ہرگز نہ ہوگا۔ کمال جہالت پر مبنی ہے۔ ایسے مدعی ذرا پیشگوئی تو کریں۔ اور پھر مزا دیکھیں۔ اور کیا آجتک ہندوستان میں صفائی کا کم انتظام ہوا ہے۔ جو طاعون پڑ گئی۔ ایک شہر کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ صفائی کا حقہ نہیں ہوئی مگر بہت سے ایسے محلہ اور مکانات ہیں کہ باوجود کمال صفائی اور انتظام ڈس انفکشن کے پھر بھی وہ نشانہ طاعون ہو چکے ہیں۔ اور قرآن شریف کے رو سے یہ ضروری امر ہے۔ کہ کوئی قریہ (بستی) ایسا نہ رہیگا جہاں طاعون بصورت عذاب یا اصلاح اپنا چہرہ نہ دکھاویگی پس یہ خیال کہ جاپان اس سے محفوظ رہیگا۔ بالکل بے سروپا ہے۔

قرآن شریف کا انگریزی ترجمہ

سوامی دھرمانند مہا بھارتی نے اخبار امرت بازار پتر کا میں ایک نیک خیال اظہار کیا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ کوئی مسلمان گریجوایٹ جو عربی اور انگریزی کے مذاق میں پوری دستگاہ رکھتا ہو۔ قرآن شریف کا صحیح ترجمہ انگریزی میں شایع کرے۔ اور وہ لکھتے ہیں کہ آجتک جسقدر تراجم انگریزی میں ہوئی ہیں وہ صحیح نہیں۔ ان کا موخرۃ الذکر خیال بیشک درست ہے۔ لیکن کسی مسلمان گریجوایٹ کا قرآن کے مفہوم کو زمانہ موجودہ کے خیال سے راست راست ادا کر دینا ایک مشکل امر ہے۔ یہ خدا کا کلام ہے۔ اور جو خدا کی طرف سے اسے سمجھے وہی اسے ادا کر سکتا ہے۔ یا کوئی ایسا گریجوایٹ جو امام الزمان علیہ السلام کے زیر سایہ وحی کی روشنی میں تربیت یافتہ ہو۔ اس خدمت کو بجا لا سکتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ سوامی دھرمانند مہا بھارتی کو آجتک ان حقائق اور معارف سے بالکل لاعلمی ہے جو کہ حضرت مسیح موعود کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں اظہار فرمائی ہیں۔ اور نہ وہ حضرت مسیح موعود کے دعوے کرشن اوتار سے واقف ہیں۔

سر منڈانا فرض نہیں

۳ مارچ کے ہفتہ وار پیسہ اخبار میں لکھا ہے کہ بلاد اسلامیہ میں سر منڈانا فرض ہے اور یورپ میں ضروری نہیں اسلامی شریعت کی اصطلاح میں جب فرض کا لفظ آجاوے تو اس کے خاص معنے ہوتے ہیں۔ جن کا تعلق دینیات سے ہوتا ہے۔ اگر پیسہ اخبار نے بھی اسے کسی دینی معلومات کی بنا پر لکھا ہے تو یہ غلط ہے اور سر منڈانا کو آئمہ دین نے مکروہ جانا ہے حتے کہ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں من حلق فلیس منی جو سر منڈاوے وہ میرے مشرب میں سے نہیں ہے اور نہ آنحضرت اور صحابہ کبار کی یہ سنت تھی۔ کہ ہمیشہ سر منڈاتے البتہ ملکی رواج ہونے کے باعث یہ ایک اسلامی نشان بلاد اسلامیہ کا قرار دیا گیا ہے۔ تو بھی یہ ایک بدعت ہوگی جو کہ ضلالت کا حکم رکھتی ہے

وید الہامی نہ رہا

جیسے انسان کو خود فنا لگی ہوئی ہے ایسے ہی جسقدر کاروبار اس کے ہاتھوں سے ہوتے ہیں ان کو بھی فنا لگی رہی ہے وید کے پرستار اسے الہامی کلام مانکر یہ حصوں تک یکم سام۔ اتھر

ہیں بانٹتے تھے اور سارا دارومدار اسپر اسلئے تھا کہ یہ خدا کا کلام ہے مگر اب آریہ سماج کے منتخب ممبروں اور راہ اکین۔ نے ظاہر کر دیا ہے۔ کہ سماج کے بانی دیانند کے اصول پر ان کو نربھرانت ایشور کی گیان سوتر برہان الہام ایزدی ماننا ہرگز لازمی نہیں ہے۔ کیونکہ آریہ سماج کے دس نیموں میں جنکو قبول کر کے ہر ایک ہندو آریہ سماج کا ممبر بن سکتا ہے۔ اس عقیدہ کا کوئی ذکر نہیں۔ انشاء اللہ اسپر ایک مفصل آرٹیکل آئیدہ نمبر میں دیا جاویگا۔

آریوں کی اپیل نامنظور

ناظرین کو یاد ہوگا کہ آریوں نے ایک کتاب امہات المومنین چھاپ کر سناتن دھرم پر خطرناک خلاف واقعہ اور بے بنیاد حملے اپنی عادت کے موافق کئے تھے ان پر لائیبل کا مقدمہ دائر ہوا جسپر پنڈت شیو سوت شرما پر پانصد روپیہ جرمانہ اور رام چند مالک مطبع پر دو سو روپیہ جرمانہ ہوا تھا۔ اور رام کشن کو ایک سال کے محلکہ کی سزا ہوئی تھی۔ اسکی اپیل صاحب سیشن جج بہادر دہلی کی عدالت میں ہوئی جسکی پیشی ۲۸ فروری اور پھر ۳ مارچ مقرر ہوکر آریوں کی بدقسمتی سے اپیل نامنظور ہوا۔ کیا آریہ صاحبان میں سے کوئی ہے کہ اپنے پرمیشر سے اطلاع پاکر ان مقدمات کے انجام کی خبر دے۔ ان کی ناکامی اور سکوت سے غور کن طبائع کیلئے حضرت مسیح موعود کے مقدمات کے انجام کی پیشگوئی میں کئی نشان الٰہی ہیں۔

منصف مزاج ہندو

ایک ہندو اخبار لاہور سے لکھتا ہے کہ مرزا صاحب نے خواہ کسی خیال سے ایک ایسے میدان میں ہندو مسلمانوں کو قدم رکھنے کی ترغیب دی ہے جو انجام میں نہایت ہی مفید نتایج کا باعث ہوگا ہمیں یقین ہے کہ جب اہل اسلام ہندوؤں کے بزرگوں کو عزت کی نظر سے دیکھیں گے تو ہندوؤں کو بھی لاچار ہونا پڑیگا کہ خواہ مخواہ اہل اسلام کے بزرگوں کے شان میں خرافات بکیں اور جب اسطرح سے ایکدوسرے کے پیشواؤں کا وقار اور اعتراز مدنظر رہیگا۔ تو وہ رنجشیں جو ان دونوں سربرآوردہ قوموں کے درمیان بعض جاہلوں کیوجہ سے پھیلی ہوئی ہیں۔ جلد مبدل بہ اتحاد ہو جائیں گی ہم اس دن کا شوق سے انتظار کر رہے ہیں مگر جب تک دونوں قوموں کے معزز اور مقتدر لیڈر اس بارہ میں تقدس مآب مرزا صاحب سے سبق نہ لیں ہماری آرزو کا پورا ہونا محال نظر آتا ہے کاش یہی خواہ نمایاں ملک و قوم اس نکتہ کی طرف جلدی غور کریں۔

ہمیں افسوس ہے کہ اتحاد کا لکھنوی ایڈیٹر باوجود دعوے اتحاد کر اس صحیح نتیجہ پر نہ پہونچ سکا جسپر اب خود ہندو لوگ اپنی دوراندیشی سے پہونچ رہے ہیں۔ حالانکہ حضرت صاحب کا دعوے اتحاد کے لئے روح کا حکم رکھتا ہے۔ مگر ایڈیٹر اتحاد نے اپنی پولیسی کو ترک کر کے اپنے رسالہ میں اس دعوے پر پھبتیاں اڑائی ہیں جسپر ہم نے صبر سے کام لیا اور یہ اسکا نتیجہ ہے کہ خود ہندو اخبار لکھنوی ایڈیٹر کے خیالات کو پایۂ سے گرا ہوا ثابت کر رہا ہے۔

درخواست دعاء

خاکسار ایڈیٹر کیطرف سے حضرت مولانا نور الدین صاحب اور مفتی محمد صادق صاحب کے لئے صحت کامل کی دعا کی درخواست ہے۔

مولوی فضل حق صاحب مختار عام آنریبل خلیفہ صاحب پٹیالہ تحریر کرتے ہیں کہ ان کے مرض مراق کو افاقہ خفیف ہے برادران احمدی دعا برابر کرتے رہیں

یار محمد خاں صاحب باڑی پور کشمیر سے اپنے والد مرحوم راجہ عطا محمد خاں صاحب احمدی کی مغفرت کی دعا احمدی دوستوں سے چاہتے ہیں۔

زین الدین محمد ابراہیم صاحب انجینیر بمبئی اپنی مرحوم برادر زادہ حسن میاں کی نماز جنازہ اور مغفرت کی دعا کی التماس کرتے ہیں۔

طاعون کا خطرناک عذاب جو آنیوالا ہے اس کی خبر حضرت مسیح موعودؑ نے دی ہے اور موسم کی حالت بتلا رہی ہے۔ کہ گرانی غلہ کا عذاب بھی ضرور کسی نہ کسی رنگ میں ظاہر ہونیوالا ہے اسلئے ہر ایک احمدی ممبر کا فرض ہونا چاہئے کہ اپنی کل دوسرے بھائیوں کیلئے ہر ایک قسم کی تکلیف سے محفوظ رہنے کیلئے قبل از وقت دعائیں مصروف ہوں تاکہ خدا تعالیٰ نزول عذاب سے پیشتر اپنی رحمت سے سبکو امن میں رکھے

محمد علی صاحب احمدی سٹروعہ سے تحریر کرتے ہیں کہ ان کا بھائی علی احمد ورنیکلر مڈل سکول احمیرہ میں پڑھتا ہے ان کے امتحان میں کامیابی کی دعا فرماویں جو کہ ۲۰ مارچ کو ہونا ہے

میری اہلیہ کو اب آرام ہے مگر میرا بچہ بنام عبداللہ بیمار ہے۔ اس کیلئے درخواست دعائے صحت و صلاحیت ہے (ایڈیٹر)

سلسلہ احمدیہ کی خبریں

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی طبیعت ابھی تک پوری صاف نہیں ہے تاہم آپ دن کی نمازوں میں اکثر شامل جماعت ہوتے ہیں اور گاہے گاہے قبل از نماز عشا بھی مجلس فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب کو الحمد للہ کہ مرض اسہال سے بالکل آرام ہے۔ مگر آپ کے بائیں ہاتھ میں ایک عرصہ سے درد ہے۔ مگر باوجود اس تکلیف کے آپ اپنے فرائض منصبی کے سرانجام دہی میں ہمہ تن مصروف رہکر اس امر کا عملی سبق دیتے رہتے ہیں کہ ایک مومن کو کس طرح خدمات دین میں مصروف رہنا چاہئے۔

حضرت مولانا عبد الکریم اور محمد علی صاحب بخیر و عافیت تندرست ہیں ۷ مارچ کو موسلادھار بارش قادیان میں ہوئی۔ اوسکے ہی ساتھ ہی ابتدائی سردی کی تکلیف ہے۔ مگر سردی نسبتاً کم ہے۔ آفتاب کئی کئی روز نظر نہیں آتا

محمد عبد الرشید صاحب سوداگر چرم احمدی بٹالہ انجمن احمدیہ کی قیام میں مصروف ہیں آپ نے احمدی مسجد میں امامت کے لئے ایک احمدی حافظ صاحب کو طلب کیا ہے۔

حسن میاں صاحب احمدی برادر زادہ زین الدین محمد ابراہیم صاحب انجینیر بمبئی ۹ ذوی الحجہ کو اس دار فانی سے کوچ کر گئے انا للہ وانا الیہ راجعون

مستری احمد دین صاحب احمدی بھیرہ اور منشی محمد عبد اللہ صاحب مدرس کالج پٹیالہ۔ اور محمد عبد الرشید صاحب سوداگر چرم بٹالہ نے **الوصیت** کے اشتہارات کثیر تعداد میں مفت شایع کئے۔ جو کہ خلق اللہ کی ہمدردی کا بیّن ثبوت ہے۔

نیا ماہوار رسالہ

سنہ ۱۹۰۴ء میں میں نے ایک ماہوار رسالہ جاری کرنے کی تجویز کی تھی۔ مگر اپنے ٹورس شاملات کے میسر نہ ہونے اور اپنی کمال مصروفیت ہونیکی وجہ سے اس کا ارادہ ملتوی کر دیا تھا۔ لیکن اب جبکہ ان دنوں محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسے سامان میسر آگئے ہیں۔ کہ جس سے اخبار اور رسالہ کی ایڈیٹری میں مجھے کافی مدد مل سکتی ہے تو میں نے بعض وجوہات پر کارخانہ کی فارغ البالی اور ایک ضرورت حقہ کو مدنظر رکھکر اس کے اجراء کا ارادہ کیا ہے۔ قیمت صرف عہ سالانہ ہوگی۔ اور اس رسالہ کی خدمت کا بڑا حصہ احمدی سلسلہ کے ہندوستانی بیرونی اور اندرونی دشمنوں کے حملوں کا یعنی اعتراضوں کا جواب دینا ہوگا۔ اور ۲۴ اور ۳۲ صفحوں پر بہت عمدہ و اعلیٰ کاغذ پر پیش ہوا کریگا مفصل آرٹیکل آئیندہ نمبر میں اس کے متعلق ہوگا۔ اور غالباً اپریل یا مئی میں اس کا اول نمبر شایع ہو۔

مشک خالص کی شناخت

مولانا مولوی حکیم نور الدین صاحب حکیم الامت نے ایک صاحب کو مشک خالص کی جو شناخت بتلائی تھی وہ پبلک کے فائدہ کی غرض سے درج اخبار کیجاتی ہے

(۱)۔ مشک میں ایک لوہے کی پتلی سیخ کو ملکر اسے آگ پر رکھو۔ تو اس کا دھواں سفید ہوگا۔ اور غیر خالص کا سفید نہ ہوگا۔

(۲)۔ اول ایک سوئی کو ہینگ میں چبھو کر سونگھو۔ پھر اسی کو مشک میں چبھو کر سونگھو اگر ہینگ کی بو مطلق نہ رہی۔ تو مشک خالص ہے۔

(۳)۔ خالص مشک کا مزا زبان پر قدرے ترشی لئے ہوئے ہوتا ہے اور اس کے کھاتے ہی نازک اور فہیم آدمی کی پیشانی گرم ہو جاتی ہے۔ غیر خالص میں یہ باتیں نہیں ہوتیں۔ اور غیر خالص کا پھیپھڑا زبان پر رہتا ہے۔ اور خالص بالکل گھل جاتا ہے۔

بقایہ دار احباب چندہ ارسال کریں۔ ورنہ وی پی کے لینے کے لئے طیار رہیں۔